مجلہ طالبان
تحریک طالبان پاکستان

جمادی الثانی 1438/مارچ 2017/شمارہ 2



من مادبۃ اللہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (آل عمران: 103)

" اور سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں مت پڑو اور اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہے کہ جب تم (آپس میں ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی، تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات دی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مذکورہ دو آیتوں میں مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو مضبوط اور ناقابلِ تسخیر بنانے کے دو اہم اصول بتلائے گئے ہیں۔

اول تقویٰ، دوسرے باہمی اتفاق واتحاد، اور تفرق واختلاف سے بچنا۔۔۔۔۔

مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا دوسرا اصول باہمی اتفاق :

دوسری آیت (واعتصموا بحَبْلِ اللہ جَمِیعًا وَلَا تفرقُوا) میں اس کو نہایت بلیغ اور حکیمانہ انداز سے بیان فرمایا ہے، کہ سب سے پہلے وہ اصول اور گر بتلایا جو انسانوں کو باہمی مربوط اور متفق کرنے کا نسخۂ اکسیر ہے، اس کے بعد آپس میں متفق ہونے کا حکم دیا، اس کے بعد آپس کے افتراق وانتشار سے منع فرمایا۔

تشریح:

اس آیت کی یہ ہے کہ اتفاق واتحاد ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود و مطلوب ہونے پر دنیا کے تمام انسان خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانے میں ہوں، کسی مذہب و مشرب سے تعلق رکھتے ہوں سب کا اتفاق ہے، اس میں دو رائے ہونے کا امکان ہی نہیں، دنیا میں شاید کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ نکلے جو لڑائی جھگڑے کو بذاتہٖ مفید اور بہتر جانتا ہو، اس لیے دنیا کی ہر جماعت، ہر پارٹی لوگوں کو متفق کرنے کی ہی دعوت دیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس لیے قرآنِ حکیم نے صرف اتحاد و اتفاق اور تنظیم و اجتماع کا وعظ ہی نہیں فرمایا بلکہ اس کے حاصل کرنے اور باقی رکھنے کا ایک ایسا منصفانہ اور عادلانہ اصول بھی بتلادیا جس کے ماننے سے کسی گروہ کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے، وہ یہ ہے کہ کسی انسانی دماغ یا چند انسانوں کے بنائے ہوئے نظام و پروگرام کو دوسرے انسانوں پر تھوپ کر ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ سب اس پر متفق ہو جائیں گے عقل و انصاف کے خلاف اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں، البتہ رب العالمین کا دیا ہوا نظام و پرگرام ضرور ایسی چیز ہے کہ اس پر سب انسانوں کو متفق ہونا ہی چاہیے، کوئی عقلمند انسان اس سے اصولاً انکار نہیں کر سکتا، اب اگر اختلاف کی کوئی راہ باقی رہتی ہے تو وہ صرف اس بات کے پہچاننے میں ہو سکتی ہے کہ احکم الحاکمین رب العالمین کا نظام کیا اور کونسا ہے۔۔۔۔۔۔۔اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كتاب الله هو حبل الله الممدود من السماء الى الارض ۔یعنی کتاب اللہ، اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے (ابن کثیر) زید بن ارقم کی روایت میں (حبل الله هو القرآن) کے الفاظ آئے ہیں (ابن کثیر) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حاصل یہ ہے کہ قرآن کے اس ایک جملہ میں حکیمانہ اصول بتلائے گئے ہیں، ایک یہ کہ ہر انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظامِ حیات یعنی قرآن پر مضبوطی سے عامل ہو، دوسرے یہ کہ سب مسلمان مل کر اس پر عمل کریں، جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ مسلمان سب باہم متفق و متحد اور منظم ہو جائیں، جیسے کوئی جماعت ایک رسی کو پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت جسم واحد بن جاتی ہے۔۔۔۔۔

کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم

کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم — بکھرے اعضاء مسخ لاشیں ہر طرف رنج والم

روز وشب بمباریوں کی زد میں ہیں اہلِ حلب — حبِ دنیا کی ردا کو اوڑھ کر خوابدیدہ ہم

کھلنے سے پہلے کلی خاموش ہے ملبے تلے — پھٹنے لگتا ہے جگر جب دیکھتی ہے چشمِ نَم

یہ تباہی کے مناظر ذہن ودل پر نقش ہیں — قرض ہے ہر ایک منظر میں چھپا ظلم وستم

اعتدالی پیرہن پہنے ہوئے ہیں اہلِ دیں — بربریت دیکھ کر خاموش ہیں اہلِ قلم

سربلندی کے لیے ہدہد صحابہ کی طرح — تھامنا ہوگا فنافی اللہ کا سب کو علم

کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم — بکھرے اعضاء مسخ لاشیں ہر طرف رنج والم

(ہدہد الہ آبادی)

فہرست مضامین

اداریہ

سن ۱۹۴۵ کو اقوام متحدہ کا ادراہ اس خوشنما نعرے کے ساتھ وجود میں آگیا کہ پوری دنیا میں جنگ اور جنگ کے اسباب ووجوہات کو ختم کیا جائے گا اور انسانی اور بشری حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

اقوام متحدہ نے بھی بظاہر اپنے منشور میں لکھا کہ وہ جنگوں، قومی وملکی تعصبات اور عدم مساوات کے ساتھ عالمی سطح پر مقابلہ کرے گا اور وہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ تمام انسان بلا استثنا عدل وانصاف اور امن وآشتی کی زندگی گذار سکیں۔

اقوام متحدہ کے بانیوں اور موسسوں نے (جو اہل یورپ تھے) اپنی اجارداری قائم کرنے کے لیے ایک اور قدم اٹھایا اور امن کونسل کے نام سے دنیا بھر کے اہم مسائل کے متعلق منصوبہ بندی کرنے کے لیے ویٹو کا حق اپنے پاس رکھا، چنانچہ اقوام متحدہ کے بننے سے لے کر ابھی تک انہوں نے صرف اپنے ہی مفادات کا تحفظ کیا ہے اور باقی اقوام کو اپنے ہر قسم کے حقوق اور خود ارادیت سے محروم رکھا ہے۔

اقوام متحدہ کو بنے ۷۱ سال ہو گئے، ہر سال ستمبر کے مہینے میں اس انجمن کی نگرانی میں تمام ممالک کے سربراہوں کا اجلاس ہوتا ہے، اس سربراہی اجلاس میں یا تو صدر مملکت یا اس کا نمائندہ حصہ لیتا ہے، لیکن اگر ہم ستر سالوں میں سے صرف پچھلے ایک سال کی کارکردگی پر نظر ڈالیں کہ اس میں اقوام متحدہ نے مسلمانوں کے لیے کیا کیا؟ تو اس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ اقوام متحدہ ہر گز مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کا خیر خواہ نہیں ہے، بالفاظ دیگر یہ ادارہ مسلمانوں سے ان کے حقوق چھیننے کے لیے ہے ان کو ان کے حقوق دینے کے لیے نہیں، اور یہ حقیقت ہر عام وخاص جان چکا ہے۔

کئی سالوں سے افغانستان، پاکستان، عراق، شام، یمن، فلسطین، برما، کشمیر اور دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے، ان کا قتل عام کیا جارہا ہے، بمباری، ڈرون حملوں اور ہر طرح کے عام تباہی پھیلانے والے اور غیر قانونی اسلحہ کا بیہمانہ استعمال کیا جارہا ہے، اور کروڑوں مسلمان ظلم وتشدد کے سائے تلے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں لیکن اقوام متحدہ اپنی مصروفیات سے فارغ نہیں ہے۔

آج دنیا بھر میں اگر کہیں جنگ مسلط ہے تو مسلمان پر، ظلم ہو رہا ہے تو مسلمان پر، جیلیں بھری پڑی ہیں تو مسلمانوں سے، اتحاد بن رہے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف، جدید اسلحے کے تجربات کئے جاتے ہیں تو مسلمانوں پر، لیکن افسوس صد افسوس! کہ اس پر بھی اکتفا نہیں کیا جارہا بلکہ ان سب کچھ کے باوجود مسلمان ہی کو دہشت گرد، انتہا پسند اور ان جیسے اور طرح طرح کے طعنے دیئے جارہے ہیں۔

دہشت گردی اگر ایٹم بم گرانا ہے، دوسرے ممالک پر قبضہ کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجانا ہے، دنیا بھر کے مظلوموں کے لیے ایسی جیلیں بنانا ہے جن کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی، اور ظلم کی تاریک تاریخ قائم کرنا ہو تو یہ سب کچھ تو امریکہ کر رہا ہے وہ بھی ریاستی طاقت کے زور پر، پھر تو امریکا کو سب سے بڑا دہشت گرد ہونا چاہیے تھا، لیکن اصل بات یہ نہیں، اصل بات یہ ہے کہ دہشت گرد وہ ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، دہشت گرد وہ ہے جو اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام چاہتا ہے۔

پہلے ظلم، ظلم ہوا کرتا تھا لیکن جمہوریت کا کارنامہ دیکھیں کہ اب ظلم قانون بن کر قانونی اور حلال ہو جاتا ہے اور وہی کام جو کبھی ظلم ہوا کرتا تھا اب اسے ظلم نہیں بلکہ قانون کہا جائے گا اور کسی نے مخالفت میں آواز اٹھائی تو وہ توہین عدالت کا مرتکب ہو گا جس سے بڑا دنیا میں آج کوئی جرم موجود ہی نہیں ہے، ظلم وہی ہے لیکن پہلے ظلم سمجھ کر کیا جاتا تھا اور اب قانون سمجھ کر کیا جاتا ہے، شرعی نقطہ نگاہ سے ان دو صورتوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت گناہ کبیرہ جبکہ دوسری صورت کفر کی ہے، یعنی اگر کوئی پہلے سے مسلمان ہو اور ظلم کرے تو یہ گناہ ہے لیکن اگر اس کو قانونی اور حلال سمجھے تو یہ کفر ہے کیونکہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

موالات یعنی کافروں کے ساتھ تعلق کے مراتب اور اقسام: شیخ گل محمد حفظہ اللہ

بعض لوگ موالات کے مراتب میں فرق نہیں کرتے اس لیے جو بھی کفار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس کو کافر سمجھتے ہیں اور اس کا قتل جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں حالانکہ موالات کے مختلف مراتب ہیں۔ موالات (یعنی کافروں کے ساتھ تعلق رکھنا) کبھی کفر وارتداد کے درجے میں ہوتی ہے اور کبھی گناہ کبیرہ اور کبھی گناہ صغیرہ ہوتی ہے۔ اس لیے اس مسئلے کی وضاحت کے لیے ہم چند مباحث ذکر کریں گے۔

پہلی بحث،

تولی اور موالات کی تعریف: تولی اور موالات کے الفاظ عموماً محبت، دوستی، تابعداری اور مدد کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔(الموالات والمعادات فی الشریعۃ الا سلامیۃ لمحماس بن عبد اللہ صفحہ13)

دوسری بحث،

تولی اور موالات میں نسبت: تولی اور موالات میں نسبت عموم خصوص ہے موالات عام اور تولی خاص ہے۔ موالات مطلق محبت کو کہا جاتا ہے (فیروز آبادی کی القاموس المحیط ص: 401ج4 میں ہے: الموالاۃ ھی المحبۃ) اور تولی کامل اور مکمل محبت اور مدد کو کہا جاتا ہے (المحماس ص: 4ج5 میں بحوالہ المعجم الوسیط ص: 107ج2 مذکور ہے کہ:اما التولی فھو تقدیم کامل المحبۃ والنصرۃ للمتولی بحیث یکون المتولی مع المتول کاالظل مع الجسم۔)سو ہر تولی موالات ہے لیکن ہر موالات، تولی نہیں ہے۔

تیسری بحث،

تولی اور موالات کا حکم: تولی ہر صورت میں کفر ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کافروں سے دفاع کرتا ہے یا کافروں کے ساتھ مال جان اور رائے اور مشورہ کے ذریعے مدد اور تعاون کرتا ہے(الدرر السنیۃ 1٠2□لد 7) اور موالات کبھی کفر ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

چوتھی بحث، موالات کی وہ صورتیں جو موجب کفر ہیں:

موالات کبھی کفر ہوتی ہے اور اس معنیٰ میں موالات تولی کے مرادف ہوتی ہے۔ ہم موالات کی وہ صورتیں ذکر کرتے ہیں جو موجب کفر ہیں۔

1۔ایک صورت ہے کفار کے ساتھ تعاون کرنا(مال،جان اور رائے اور مشورہ دینے سے) اسی طرح ان کے ساتھ موافقت کرنایاان کے کاموں پرراضی ہونا،یہ صورت کفر کی ہے(الدرر السنیۃ ص: 309ج7بحوالہ الموالات فی الشریعۃ الاسلامیۃ: ص19)

2۔دوسری صورت ایک شخص کافروں کے درمیان رہتاہے اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتا بھی ہے تو یہ کام کفر ہے۔(الموالات للمحماس ص: 27)

3۔تیسری صورت: کبھی ایک شخص کافروں کے قانون اور نظام کی تنفیذ کرتاہے اور اس میں حرام حلال ہوتاہے،مثلاً سود،زنا،شراب وغیرہ کو حلال سمجھتاہو یا اس میں حلال،حرام ہو جیسے ایک سے زیادہ شادیاں کرنایاامر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کو روکتاہو سو اس قسم کی موالات کفر ہے،اللہ تعالیٰ فرماتاہے:و من لم یحکم بماانز ل اللہ فآولٰئک ھم الکافرون -"اور جو اللہ کے نازل کردہ(قانون) سے فیصلہ نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں" اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:المرأ مع من احب "بندہ اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی"

چوتھی صورت: کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں مدد کرنا،ان کی تعریف کرنااور ان سے دفاع کرنا ۔(دوستی اور دشمنی ص102بحوالہ الولاؤ والبرائی الاسلام لصالح الفوزان ص9)

پانچویں بحث،موالات کی وہ صورتیں جو کفر نہیں ہیں:

یعنی وہ صورتیں جن کے ارتکاب سے بندہ کافر اور مرتد نہیں ہوجاتا بلکہ گناہ گار ہوجاتاہے۔

1۔ایک صورت یہ ہے کہ بندہ کافروں کے ساتھ رہتاہے لیکن ان کے کفر کو برا سمجھتاہے تو یہ گناہ ہے کفر نہیں ہے۔(الموالات للمحماس ص19بحوالہ الدرر السنیہ309جلد7)

2۔دوسری صورت: کہ ایک آدمی کسی دنیوی مقصد کے حصول کے لیے کافروں کے ساتھ تعلق بنائے اور اس کے دل میں کفر نہ ہو جیساکہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کو خط لکھا تھا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے حملے سے خبردار کیاتھا(حالانکہ یہ راز کی بات تھی) تو اس قسم کا تعلق گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے البتہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ گناہ سے مستثنیٰ ہیں اس لیے کہ وہ بدری صحابی ہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیاتھا تیسرے یہ کہ ان کی نیت صحیح تھی۔

3۔ تیسری صورت: یہ ہے کہ کافر مسلمانوں کے ملک میں آجائیں اور مسلمان ان کے لیے عمومی دعوت اور ضیافت کریں اور یہ ضیافت اسلام کی دعوت کی نیت سے نہ ہو اور نہ ہی کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت ہو(مجموعة التوحيد ص 126)

4۔ چوتھی صورت: کہ ایک آدمی کافروں کے ساتھ تعلق رکھے یا ان کا اکرام کرے دنیوی مفاد کے لیے اور ان کے کفر کو باطل اور برا سمجھتا ہو تو یہ گناہ ہے کفر نہیں ہے۔ اور ایسا شخص قابل تعزیر ہے۔(مجموعة التوحيد ص 126)

5۔ پانچویں صورت: قرطبی اور ابن العربی کہتے ہیں: کہ ایک آدمی مسلمانوں کے حالات معلوم کر کے کافروں کو بتاتا ہو اور اس کا مقصد دنیوی مفاد ہو تو یہ کافر نہیں ہے، اس کے قتل میں اختلاف ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں اور اگر قتل کیا جائے گا تو کس بنا پر؟(احکام القرآن لابن العربی ص ٢٩٠ □لد 4 قرطبی ص 52□لد 18)

6۔ چھٹی صورت کافروں کے لیے سیاہی (روشنائی) تیار کرنا اور ان کے لیے قلم بنانا اور ان کو چاپک دینا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے۔(دوستی اور دوشمنی ص 74 3 بحوالہ الد رر السنیہ ص ٢٠١□لد 7)

7۔ ساتویں صورت: جن علمائے کرام نے الولاء والبراء پر کتابیں لکھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھار الولاء والبراء میں غلو سے کام لیا جاتا ہے: غلو کی ایک صورت یہ ہے کہ ظاہری اعمال کی وجہ سے کسی کی تکفیر کی جائے۔ یعنی عمل بظاہر الولاء والبراء کے خلاف ہو اور اس وجہ سے کسی پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے۔ یاد رہے! کہ کفر کا تعلق دل سے ہے اگر کوئی شخص کسی کافر کے ساتھ اس کے کفر کی وجہ سے محبت کرتا ہے یا دل سے مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے ساتھ تعاون کرتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔ اور اگر ایک شخص ظاہراً اور عملاً کافروں کے ساتھ تعاون کرے تو صرف اس تعاون کی بناء پر اس کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ یہ شخص دین اسلام کے ساتھ محبت رکھتا ہو لیکن ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اپنی دنیوی ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے کافروں کے ساتھ ظاہراً تعاون کرتا ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا تھا وہ گناہ تھا لیکن کفر نہیں تھا۔(انظر الولاٴ والبراٴ بين الغلو والجفاٴ في ضوٴ الكتاب والسنة ص 25 بحوالہ شرح حديث□بريل الايمان الاوسط ص ٤٠٢ مجموع الفتاوٰی ص 522□ل 7)

اسی طرح شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ: جو لوگ تاتاریوں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں، کچھ فاسق ہیں کچھ بدعتی اور کچھ زندیق ہیں (مجموع الفتاوی ص 552 جلد 28) ابن تیمیہؒ تاتاریوں کو کافر سمجھتے ہیں لیکن جو لوگ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں ان میں فرق کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بظاہر کافروں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کافر نہیں ہے بلکہ اس کے حالات کو دیکھا جائے گا۔ اس پر دلیل سہل بن بیضاء کی حدیث ہے جنہوں نے مکہ میں خفیہ طور پر اسلام قبول کیا تھا اور جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے اور پکڑے گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان قیدیوں کو فدیہ لیے اور سر قلم کیے بغیر مت چھوڑنا، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سہل بن بیضاء کے علاوہ، اس لیے کہ میں نے ان سے اسلام کا ذکر سنا تھا، رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے پھر فرمایا: سہل بن بیضاء کے علاوہ۔(اخرجہ الامام احمد رقم ص 3632 والترمذی وحسنہ رقم 1714 والحاکم وصححہ ص 21 جلد 3)

موالات کی سزا:

جس طرح کے موالات کے مراتب میں فرق ہوتا ہے، کبھی کفر ہوتی ہے کبھی گناہ کبیرہ اور کبھی گناہ صغیرہ، اسی طرح اس کی سزا میں بھی فرق ہے۔ جو موالات کفر ہے اس کی سزا قتل ہے اور جو موالات گناہ کبیرہ ہے مثلاً مسلمانوں کے حالات کافروں کو بتانا یعنی جاسوسی کرنا تو اس کے قتل میں ائمہ کا اختلاف ہے، اور جو موالات گناہ صغیرہ ہے تو اس کی سزا قتل سے کم تعزیر ہے۔ یعنی اس میں قتل نہیں ہے۔ (مجموعۃ التوحید ص: 126 اور الموالات للمحماس: ص 390 ان مباحث میں زیادہ تر نقل الموالاۃ و المعادات فی الشریعۃ الاسلامیۃ لمحماس بن عبداللہ سے کی گئی، مزید وضاحت کے لیے اس کا مطالعہ کریں)

علمائے کرام کی آراء:

شیخ عبدالرحمٰن بن سعدیؒ فرماتے ہیں: کہ تولی میں مختلف مراتب ہیں جس طرح کہ موالات میں مختلف مراتب ہیں سو تولی کی تمام اقسام کفر نہیں ہے۔ لیکن یہ قول بلا دلیل ہے۔

شیخ محمد بن عتیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ موالات کی تمام اقسام کفر ہیں جس طرح کہ تولی کفر ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ راجح مذہب جمہور علمائے کرام کا ہے کہ تولی کفر ہے اور موالات میں مختلف مراتب ہیں، کبھی کفر کبھی گناہ کبیرہ اور کبھی گناہ صغیرہ ہوتی ہے۔

عدم موالات کی صورتیں:

تعلقات کی بعض قسمیں ایسی ہیں جو موالات اور تولی میں نہیں آتیں: یعنی اس قسم کے تعلقات گناہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ امام ابو بکر بن قاسمؒ نے لکھا ہے کہ کافروں کے ساتھ تعلق کی بعض صورتیں موالات میں سے نہیں ہیں ،مثلاً: خرید وفروخت، کافر کے ہاں کام کرنا، اس کے ساتھ احسان کرنا، اس کا ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا، سلام کا جواب دینا، اس کی بیمار پرسی اور عیادت کرنا، کتابی عورت کے ساتھ نکاح کرنا، ان کے علوم سے استفادہ کرنا(اعتقاد اھل السنۃ للامام ابی بکر بن قاسم الرحبی ص 51)

اس کی تفصیل یہ ہے:

1۔پہلی بات کہ کافروں کے ساتھ خرید وفرخت جائز ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے، عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کافر بکریاں لے کر آ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بیعاً امھبۃً؟ بیچنے کے لیے لائے ہو یا ہبہ کرنے کے لیے، اس نے کہا: بیچنے کے لیے، فاشتری منہ شاۃً۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی۔(بخاری کتاب البیوع باب الشراٗ والبیع مع المشرکین واھل الحرب)

ابن بطالؒ فرماتے ہیں:معاملۃ الکفار جائزۃ الا بیع ما یستعین بہ اھل الحرب علٰی المسلمین۔(فتح الباری ص 410، ج) "کافروں کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے مگر ان کو اس چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے جس سے وہ مسلمانوں کے خلاف مدد لے سکتے ہوں" دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے تیس وسق جو خریدے تھے اور اپنا زرہ اس کے پاس گروی رکھوایا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں تجارت کے لیے دار الحرب کا سفر کرنا جائز ہے، رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تجارت کے لیے شام کا سفر کیا تھا اور اس وقت شام دار الحرب تھا۔(بحوالہ الولا والبراٗ لسعید القحطانی ص 306)

2۔اجارہ یعنی کافر کے ساتھ مزدوری پر کام کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے خباب رضی اللہ عنہ کی روایت سے وہ فرماتے ہیں: کنت رجلاً قینا فعملت لعاص بن وائل "میں لوہار تھا تو میں نے عاص بن وائل کے لیے کام کیا"

فتح الباری میں ہے کہ علمائے کرام دارالحرب میں مشرک کے ساتھ کام کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں مگر ضرورت کے وقت دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مزدوری ایسے کام میں ہو گی جو مسلمانوں کے لیے حلال ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے کام میں اس کے ساتھ تعاون اور مزدوری نہیں کرے گا

جس سے مسلمانوں کو ضرر ہو(الولاٗ والبراٗ بحوالہ فتح الباری 402□لد 4) یہ احناف اور شوافع کا مذہب ہے (وانظر المغنی ص 505□لد 5) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علی اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنھما نے یہود کے ساتھ کام کیا تھا۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے ساتھ کام کیا تھا۔ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول راجح ہے۔(قرطبی ص 215□لد 9 بحوالہ فتاوی الدین الخالص 380□لد 9)

3۔ تیسری بات کافر کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرنا: یعنی حربی کافر کے علاوہ دوسرے کافروں کو ہدیہ اور تحفہ دینا اور ان کے ساتھ احسان کرنا جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم ولمیُخر□وکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۔(ممتحنہ 8)"اللہ تعالیٰ تمھیں ان لوگوں سے نہیں روکتے جنھوں نے تمہارے ساتھ جنگ نہیں کی اور تمھیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر بھائی کو ریشم کا جوڑا دیا تھا۔

4۔ چوتھی بات، کافر کے ساتھ صلہ رحمی کرنا: یعنی کفر کی وجہ سے صلہ رحمی کا حق ختم نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ صلہ رحمی کرنا موالات میں آتا ہے۔ اللہ تعالی مشرک ماں باپ کے بارے میں فرماتا ہے: وصاحبھما فی الدنیا معروفًا (لقمان ص 15)"یعنی مشرک والدین کے ساتھ دنیا میں اچھا سلوک اور احسان کرو" بخاری اور مسلم شریف میں آتا ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنھا فرماتی ہیں کہ قریش کے ساتھ جب ہمارا معاہدہ تھا تو میری والدہ میرے پاس آئی تو نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: صلی اُمکِ " اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو"

5۔ پانچویں بات، کافروں سے تحفے تحائف وصول کرنا بھی موالات میں نہیں آتا: یعنی کافر سے ہدیہ او رتحفہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ بخاری شریف میں باب ہے "باب قبول الھدیۃ من المشرکین" یہ باب مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے بارے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو ایلہ مقام کے بادشاہ نے سفید خچر تحفے میں دیا تھا اور دومۃ الجندل مقام کے اکیدر نے ان کو ریشم کا چوغہ دیا تھا۔ اور مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کو ماریہ رضی اللہ عنھا بھیجی تھی۔ البتہ اس مسئلے میں تفصیل اور شرائط ہیں۔

6۔ چھٹی بات کافر کے سلام کا جواب دینا بھی موالات میں نہیں آتا بلکہ جمہور علماء کے نزدیک اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے بایں الفاظ "وعلیکم"

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ ایک ہے سلام کرنا یعنی ابتداء بالسلام دوسرا ہے سلام کا جواب دینا۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر پر ابتداءً سلام نہیں کرے گا یعنی سلام میں پہل جائز نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لا تبتدؤوا الیھود و لا النصارٰی با السلام۔" یہود اور عیسائیوں پر سلام میں پہل مت کرو" اور ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ کافر کو سلام کرنا جائز ہے اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو سلام کیا ہے (سلام علیک) جمہور علماء اس میں ایک توجیہ یہ کرتے ہیں کہ یہاں سلام سے مراد "سلام المتارکۃ" یعنی بائکاٹ کا سلام ہے۔ اس کے علاوہ اور توجیہات بھی ہیں۔

نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کا کسی یہودی کے ساتھ کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کر سکتا ہے۔ مثلاً اس نے اس کے ساتھ وعدہ کیا ہو یا اس کا ہمسفر ہو یا اس کا پڑوسی ہو۔ اس سے ان دو حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے جن میں سے ایک میں آیا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو سلام مت کرو۔ دوسری حدیث میں آتا ہے اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف لائے جس میں مسلمان، یہود، مشرکین اور عبد اللہ بن ابی بن سلول بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عام ہے، یعنی عام اوقات میں ان کو سلام مت کرو اور اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث خاص ہے (یعنی ضرورت کے وقت سلام کیا جا سکتا ہے)

اوزاعیؒ فرتے ہیں: ان سلمت فقد سلم الصالحون قبلک وان ترکت فقد ترک الصالحون قبلک۔(قرطبی ص 111لد 11 ص 112لد11)" اگر تم کافر کو سلام کرتے ہو تو تم سے پہلے نیک اور صالح لوگوں نے ان کو سلام کیا ہے اور اگر تم نہیں کرتے تو تم سے پہلے نیک لوگوں نے بھی نہیں کیا"

دوسرا ہے سلام کا جواب دینا، تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے البتہ وجوب میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس کے سلام کا جواب دینا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے، جس طرح کہ بدعتیوں کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے، اس لیے کہ ہمیں بدعتیوں سے دور رہنے اور ان کو چھوڑنے کا حکم ہوا ہے انہیں سزا دینے کے لیے اور ان کی شر سے خود کو بچانے کے لیے۔ اور ذمیوں میں ایسا نہیں ہے۔(الولاٗ والبراٗ للقحطانی ص 311بحوالہ زاد المعاد 425لد 2)

7۔ ساتویں بات کافر کی بیمار پرسی کرنا بھی موالات میں نہیں آتا، یعنی کافر کی بیمار پرسی جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کی بیمار پرسی کی تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک یہودی بچے کی بیمار پرسی کی تھی۔ نبی ﷺ نے اپنے چچا کو دعوت اسلام دی مگر وہ اسلام نہیں لایا اور اس یہودی بچے نے اسلام قبول کیا۔

8۔ آٹھویں بات کافر کو دم کرنا اور اس کا علاج کرنا بھی موالات میں نہیں آتا، جیسا کہ بخاری اور مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ کافروں کے ایک سربراہ کو بچھونے کاٹا اور صحابہ کرام نے اس کو سورہ فاتحہ سے دم کیا۔

9۔ نویں بات کافر کے لیے صحت کی دعا کرنا بھی موالات میں نہیں آتا، یعنی ایک کافر بیمار ہو اور کوئی مسلمان اس کے لیے مصلحت کے تحت صحت کی دعاء کرے، مثلاً یہ کہ وہ ایمان لائے یا اس کا دل نرم ہو جائے تو یہ جائز ہے، اس لیے کہ صحت کی دعا بھی دم کی جنس سے ہے یعنی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ (المفصل فی شرح آیۃ الولاء والبراء لعلی بن نایف ص 328)

10۔ دسویں بات کافر کے لیے ہدایت کی دعا کرنا بھی موالات میں نہیں آتا، البتہ اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

11۔ گیارھویں بات کافر کی قبر کی زیارت کرنا بھی موالات میں نہیں آتا، یعنی کافر کی قبر پر عبرت حاصل کرنے کے لیے جانا جائز ہے لیکن اس پر سلام کرنا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: استأ ذنتُ ربی ان استغفر لأمی فلم یؤذن لی واستأذنتُہُ ان ازور قبرھا فاذِن لی - " میں نے اپنے رب سے اس بات کی اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ کے لیے مغفرت کی دعا مانگوں تو اس نے مجھے اجازت نہیں دی اور میں نے اپنے رب سے اس کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے مجھے اجازت دے دی"

12۔ بارھویں بات کافر کے ساتھ طبعی اور فطری محبت بھی موالات میں نہیں آتی: یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے اس لیے اس کی تھوڑی سی تفصیل پیش خدمت ہے۔

تفصیل: کسی کافر کے ساتھ دلی محبت کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ قسم ہے کہ جس سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی کافر کے ساتھ اس کے کفر کی وجہ سے محبت کرنا۔

دوسری قسم وہ ہے جس سے ایمان کمزور ہوجاتا ہے۔مثلاً کسی کافر کے ساتھ گناہ کی وجہ سے محبت کرنا اور یہ محبت گناہ کے بقدر گناہ ہوگی، اگر یہ محبت گناہ کبیرہ کی وجہ سے ہے تو گناہ کبیرہ ہوگی اور اگر گناہ صغیرہ کی وجہ سے ہے تو گناہ صغیرہ ہوگی۔ اس سے کوئی کافر نہیں ہوجاتا اس لیے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی گناہ سے محبت کرتے ہیں لیکن اہل سنت وجماعت میں سے کسی نے بھی ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔

تیسری قسم وہ محبت ہے جس سے نہ تو ایمان ختم ہوجاتا ہے اور نہ ہی اس میں کمی آجاتی ہے۔یعنی نہ تو اس سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور نہ ہی گناہ گار ہوجاتا ہے اور وہ طبعی محبت ہے اس لیے کہ طبعی محبت مباح اور جائز ہے۔مثلاً باپ اپنے کافر بیٹے سے محبت کرتا ہے یا بیٹا اپنے کافر والدین سے محبت کرتا ہے یا کوئی شخص اس کافر سے محبت کرتا ہے جس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کا معاملہ کیا ہو۔یا اس کے ساتھ تعاون کرتا ہے، جیسا کہ اللہ نے رسول ﷺ کو فرماتے ہیں:انک لاتهدی من احببت۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچا سے محبت تھی۔لیکن فطری محبت میں یہ ضروری ہے کہ اس کے کفر اور گناہ کو برا سمجھتا ہو،اس لیے کہ اس کے کفر اور گناہ کو برا نہ سمجھنا پہلی دو قسموں میں آتا ہے(الولاء والبراء لحاتم بن عارف ص 22)۔

13۔تیرھویں بات کتابیہ عورت سے نکاح کرنا بھی موالات میں نہیں آتا۔جیسا کہ سورہ مائدہ آیت نمبر 5 میں اللہ تعالی فرماتا ہے:والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ۔امام ابوحنیفہؒ نے محصنات کے معنی پاکدامن سے کیے ہیں آزاد عورت ہو یا باندی، حربیہ ہو یا ذمیہ۔اور امام شافعیؒ معنی کرتے ہیں آزاد عورت، تو کتابیہ باندی سے نکاح جائز ہے۔(احسن الکلام للشیخ عبد السلام سورۃ مائدہ 5)

14۔چودھویں بات کافروں کے علوم سے استفادہ کرنا بھی موالات میں نہیں آتا۔مثلاً طب، صنعت وغیرہ، ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔بخاری شریف کتاب الاجارہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن اریقط کو رہبری کی اجرت دی تھی۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کافر سے طب، علاج معالجہ اور حساب وغیرہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔کسی کے کافر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی بھی کام میں اس پر اعتماد نہ کیا جائے اس لیے کہ راستہ دکھانے سے خطرناک کوئی اور کام نہیں ہو سکتا، بالخصوص ہجرت کے موقع پر (الولاء والبراء للقحطانی ص313 بحوالہ بدائع الفوائد ص 208 ج3)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہود سے استفادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے خیبر کی زمین یہود کو زراعت کے لیے دی تھی کہ تم اس میں کام کرو اور اس کی آدھی پیداوار تمہاری ہوگی (بخاری کتاب المذارعۃ ص 2331) البتہ کسی کافر کو قیادت نہیں سونپی جا سکتی، اسے راز دار نہیں بنایا جا سکتا، اسے آفس میں نوکری نہیں دی جا سکتی۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:ان لی کاتبًا نصرانیًا ۔ "میرا ایک نصرانی منشی ہے" تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: مالک قاتلک اللہ۔ تجھے کیا ہوا؟ اللہ تجھے ہلاک کرے! اللہ تعالی فرماتا ہے: لا تتخذو الیھود والنصارٰی اولیاً مائدہ ایت 51 " یہود اور نصاری کو دوست مت بناؤ" میں نے کہا: میرے لیے اس کی کتابت ہے اور دین اس کا اپنا معاملہ ہے۔ انہوں نے فرمایا:لا اکرمھم اذا اھانھم اللہ ولا اعزھم اذا اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذا اقصاھم اللہ " جب اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے تو میں ان کا احترام نہیں کروں گا اور نہ ہی میں ان کی عزت کروں گے" اور نہ ہی میں ان کو قریب کروں گا جبکہ اللہ نے انہیں دور کیا ہے۔ بہر حال انفرادی اور شخصی طور پر ان سے خدمت لی جا سکتی ہے لیکن ایسی خدمت ان سے نہیں لی جا سکتی ہے جس میں وہ مسلمانوں کی قیادت کریں اس لیے کہ شریعت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ کلمہ سربلند اور کفر کا کلمہ سرنگوں ہوگا۔

اظہارِ عداوت اور وجود عداوت میں فرق :

اسی طرح اظہارِ عداوت اور وجودِ عداوت میں فرق ہے۔ اگر ایک بندہ خوف یا کمزوری کی وجہ سے اظہارِ عداوت نہ کرے تو وہ معذور ہے، (یعنی کافروں کے ساتھ اپنی دشمنی ظاہر نہ کرے تو وہ معذور ہے) تو اظہارِ عداوت ہر وقت ضروری نہیں ہے اور وجودِ عداوت ہر وقت ضروری ہے۔(یعنی کافروں کے ساتھ دل میں دشمنی رکھنا ہر وقت ضروری ہے) اس لیے کہ وجود عداوت کفر بالطاغوت میں داخل ہے اور کفر بالطاغوت اور حب خدا اور حب رسول ﷺ میں تلازم کلی ہے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اور یہ مؤمن سے الگ نہیں ہو سکتے۔(دوستی اور دشمنی ص: 313 بحوالہ الرسائل المفیدہ للشیخ عبد اللطیف ص284)

حاصل وخلاصہ یہ ہوا کہ ایک آدمی ایسی جگہ رہ رہا ہو جہاں کافروں کا زور ہو اور وہ کمزور ہو اور ان سے ڈر کی وجہ سے ان سے دشمنی کا اظہار نہ کرے تو یہ معذور ہے لیکن دل میں دشمنی رکھنا ضروری ہے۔

اسی طرح حافظ بن کثیرؒ سورۃ آل عمران کی ایت نمبر اٹھائیس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: (الا ان تتقوا منھم تقاۃً) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی زمان یا مکان میں کافروں کی شر سے ڈرتا ہو تو اس کے لیے

جائزہے کہ بظاہر اور وقتی طور پر ان کی شر سے بچنے کی خاطر ان کے ساتھ ظاہری تعلق رکھے لیکن یہ تعلق دل سے نہ ہو۔جیسا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:انا لنکشر فی و□وہ اقوامٍ وقلوبنا تلعنھم ۔(بخاری کتاب الادب باب المداراۃ مع الناس) " بعض (ظالم اور فاسق) لوگوں کے سامنے ہم ہنستے ہیں حالانکہ ہمارے دِل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں اور وہ سلف سے نقل کرتے ہیں کہ تقیہ زبان سے ہوتا ہے عمل سے نہین ہوتا"۔(ابن کثیر:ص358ج1)

مدارات اور مداہنت:

اسی طرح مدارات اور مداہنت میں فرق ہے۔مدارات جائز بلکہ کبھی کبھار مستحب ہوتی ہے جبکہ مداہنت حرام اور ناجائز ہے۔دونوں میں فرق ذکر کرتے ہوئے امام قرطبی اور قاضیؒ فرماتے ہیں: ان المدارات بذل الدنیا لصلاح الدنیا او الدین او ھما معًا ۔" (مدارات دنیا کا استعمال دنیوی مفاد کے لیے یا دین کے فائدے کے لیے یا دونوں کے فائدے کے لیے" اور مداہنت: ترک الدین لصلاح الدنیا" دنیوی مفاد کے لیے دین چھوڑنا" عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بڑا نکما اور برا آدمی ہے،جب اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو فرمائی۔اس کو مدارات کہا جاتا ہے نبی ﷺ نے اس شخص کے ساتھ اچھے اخلاق اور نرم مزاجی کا مظاہرہ کیا(فتح الباری ص ۴۰4□لد ۱۰)

ابن بطالؒ فرماتے ہیں: کہ مدارات مسلمان کی صفت اور خوبی ہے اور مدارات کی تعریف ہے: الرفق باالجاھل فی التعلیم وباالفاسق فی النھی عن فعلہ وترک الاغلاظ علیہ " جاہل کے ساتھ تعلیم میں نرمی کرنا اور فاسق کو فسق سے منع کرنے میں نرمی کرنا اور سختی نہ کرنا" اور مداہنت کی تعریف ہے: معاشرۃ الفاسق واظھار الرضا بماھو فیہ من غیر انکارٍ علیہ ۔(فتح الباری ص 528□لد ۱۰)" فاسق کے ساتھ رہنا اور اس کے فسق پر رضا کا اظہار کرنا اور اس کا رد نہ کرنا"

(آرڈر از آرڈر)۔۔۔سوار محمد افتخار۔۔آرمڈ کور۔۔۔52 کیولری نوشہرہ کینٹ

یہ 2 اگست 2016 کا دن تھا، میں سویرے سویرے جاگا، شیو کیا، نہایا اور بوٹ پالش کر کے کپڑے تبدیل کئے اور دوسرے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ گراؤنڈ پہنچا اور لائن میں کھڑا ہو گیا، پاک فوج مجھے دل و جاں سے پیاری ہے لیکن اس دن کچھ عجیب ہوا، دفعدار یعنی حوالدار میجر کا آرڈر ملا جمعے کی نماز پڑھنے کی تیاری کرو اور پھر ہدایات دینا شروع ہو گئے میں حیران تھا کہ آج تو جمعہ نہیں ہے، اپنی گھڑی چیک کی، اکثر ساتھی بھی بہت حیران تھے، کہ کیا ہونے والا ہے۔ بہر حال فوج ہے اور کسی معاملے میں نو سر کہنے کی جرأت کون کر سکتا ہے، کیونکہ سزا موت ہے اور معاف بھی کریں تو 14 سال کوارٹر گارڈ یعنی قید، اس دن ہمیں مسجد جانے، اور وہاں بیٹھنے سے لیکر نماز پڑھ کر واپس نکلنے تک کے آداب اور طریقے سکھائے گئے اور سخت وارننگ دی گئی کہ تھوڑا ادھر ادھر کیا تو۔۔۔۔۔۔

پھر اس کا مطلب فوجی بھائی جانتے ہیں، کہ کیا کچھ سہنا پڑتا ہے۔

مولوی صاحب بھی یہی کوئی 10 بجے تک مسجد پہنچ گئے اور تقریر شروع کی پھر ہم سب بھی ایک ایک کر کے جمع ہو گئے، دوران تقریر یا خطبہ ایک انسٹرکٹر مولوی صاحب کے بیان کو کاٹ کر مزید ہدایات دیا کرتے کہ اب آپ نے اسطرح بیٹھنا ہے اور یہ کرنا ہے اور یہ پڑھنا ہے وغیرہ، جو بھی ہو میں نے زندگی بھر میں نہ تو مسجد کے اتنے آداب دیکھے اور نہ سنے جو منگل کے روز 10 بجے جمعے کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھے اور سنے۔

میرے ایک قریبی دوست کیپٹن جمشید صاحب نے مجھے بتایا اگر اللہ کے حضور واقعی ہم اتنی عاجزی دکھائیں تو ہم سیدھے جنت جانے والے بن جائیں گے۔

نماز تو تقریباً ساڑھے دس بجے پڑھ لی پھر کیا تھا ہم اپنے اپنے ٹینکوں کے پاس پہنچے صفائی وغیرہ چیک ہوئی، پھر دربار لگا اچھے کھانے کھائے، مطلب وہ بہت ہی خوبصورت منگل جمعہ تھا اور پھر بدھ اور جمعرات کو بھی یہی ہوتا رہا لیکن ان تین دنوں میں میں نے اور میرے دوستوں نے فجر اور ظہر کی نمازیں نہیں پڑیں کیونکہ یہ وقت تیاری میں گزر جاتا تھا۔ اور آخر کار جمعہ کے دن ہمیں معلوم ہوا کہ آخر کیوں ہم روزانہ 10 بجے جمعے کی نماز پڑھ لیتے تھے، وہ دراصل ایک بریگیڈ میجر کی آمد متوقع تھی اور جمعہ کے دن نماز کے وقت اس نے آنا تھا۔

ہماری حیرانگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب صاحب جی آئے بھی اور گئے بھی دن بھی جمعے کا تھا لیکن اس نے مسجد کا رخ نہ کیا

آج کے بعد میں ایک عام مسلمان اور پاکستانی ہوں چھاؤنی سے بھاگ رہا ہوں میرا ضمیر جاگ گیا ہے، کیونکہ تنخواہ کی خاطر تین دن مسلسل جمعے کی نماز ہزاروں آداب کے ساتھ دن دس بجے کو پڑھتا رہا،

اور اپنے اصل رب کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا، اب شرم آتی ہے آج کے بعد میں اللہ کا بندہ بنوں گا۔

فوج سے اسلئے توبہ کرتا ہوں کہ یہاں صرف افسر شاہی ہے، ہم شودر ہیں اور افسران برہمن ہیں، اسلام سے اس فوج کا کوئی تعلق نہیں بس آرڈر ہی سب کچھ ہے چاہے جیسا بھی ہو، اگر ایک طرف اللہ کا حکم ہو اور دوسری طرف افسر کا تو آپ کو افسر کا آرڈر ماننا پڑے گا کیونکہ تنخواہ جو دیتے ہیں، آج کے بعد میری توبہ۔۔۔۔

جہاد کی ضرورت اور حکمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے، ان کی اہلیہ محترمہ ساتھ تھیں، دونوں سے نسل چلی اور بڑی تعداد میں افراد انسان دنیا میں پھیل گئے(وبث منهما ر□الاً كثيراً ونساء) النساء:1)

ایک عرصہ تک دنیا میں مؤمنین ہی مؤحدین تھے پھر دینِ حق کے منکرین بھی پیدا ہوگئے، بت پرستی بھی دنیا میں رواج پذیر ہوگئی، اہل حق اور باطل کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الرسل ہیں، آپ شہرِ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، اسی شہر میں مشرکین رہتے تھے، کعبہ شریف کے اندر تک ان لوگوں نے بت رکھے ہوئے تھے، جب تک آپ ﷺ نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کی بہت تعریف کرتے تھے اور آپ کو الصادق الامین کے نام سے یاد کرتے تھے، جب آپ ﷺ نے لا الٰہ الا اللہ کی دعوت دی اور توحید کا سبق سکھایا تو وہی لوگ جو کل تک آپ کی تعریفیں کرتے تھے آپ کے دشمن ہوگئے، یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے تھے، تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ جو شخص اسلام قبول کرلیتا تھا اسے بہت زیادہ مارتے پیٹتے تھے جیسا کہ اسی کتاب (سیرتِ سرورِ کونین ﷺ) کی پہلی جلد میں گذر چکا ہے۔

مشرکین مکہ نے دینِ توحید کی دشمنی پر ایسی کمر باندھی اور آپ ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ایسی تکلیفیں پہنچائیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ جب تک یہ حضرات مکہ معظمہ میں تھے ان کو صبر کرنے کا حکم تھا جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی، جب مسلمان مدینہ منورہ میں جمع ہوگئے اور امن کی جگہ مل گئی اور ایک مرکزی جگہ حاصل ہوگئی (جس میں اپنا اقتدار بھی ہوگیا) تو اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیدی۔

سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (39) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (40)۔

ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور بلاشبہ اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے، یہ لوگ ناحق اپنے گھروں سے صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع فرماتا ہے تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دیے جاتے، اور یہ ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے بلاشبہ اللہ قوی ہے غلبہ والا ہے۔

ان آیات میں اول تو یہ فرمایا کہ اہلِ ایمان کو قتال کرنے کی اجازت دی گئی جو اب تک مظلوم تھے اور ان سے جنگ کی جاتی رہی تھی، دوسرے یہ فرمایا کہ مؤمن بندے اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ دشمنوں کے نزدیک ان کا صرف یہی قصور تھا کہ یہ حضرات یوں کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے حالانکہ یہ کوئی قصور کی بات نہیں ہے، یہ حضرات کسی کا مال نہیں چراتے تھے، خیانت نہیں کرتے تھے، برے افعال میں مبتلا نہ تھے، اس کے باوجود توحید کے دشمنوں نے انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا۔ چوتھی بات یہ بتائی کہ اللہ جل شانہ کا اپنے مؤمن بندوں کے ساتھ یہ معاملہ رہا ہے کہ کافروں سے ان کی لڑائیاں ہوتی رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمن بندوں کی مدد ہوتی رہی ہے۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا:

وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (146)

اور بہت سے نبی گذرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، پھر جو مصیبتیں ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے"

اپنے اپنے زمانہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کی ہے اور اس کے ذریعہ کافروں کا زور توڑا ہے، یہ اللہ جل شانہ کی عادت رہی ہے کہ ایک جماعت کے ذریعہ دوسری جماعت کو دفع فرمایا ہے، اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو کفار اہلِ ایمان کی عبادت گاہوں کو گرا کر ختم کر دیتے۔ یہود نے (جو اپنے زمانہ میں مؤمن تھے) دشمنوں سے مقابلہ اور

مقاتلہ کیا اور اپنی عبادت گاہوں کو بچایا، پھر نصاریٰ کا دور آیا (جو اپنے زمانہ کے مؤمن تھے) انہوں نے بھی کافروں سے جنگ کی اور اور اپنے عبادت خانوں کی حفاظت کی، وہ دونوں قومیں اب بھی ہیں لیکن سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا دین قبول نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہیں، اب امت محمدیہ ہی مسلمان ہے اور تمام کافروں سے (جن میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں) مسلمانوں کی جنگ ہے اگر مسلمان اپنے دین کی بقاء کے لیے محنت نہ کریں اور

بوقت شرعی جہاد جنگ نہ کریں تو ان کی مسجدیں گرادی جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے، کافروں کو یہ کہاں گوارا ہے کہ مسلمان اذانیں دیں اور مسجدیں بنائیں اور ان میں جماعت سے نماز پڑھیں۔

اسلام میں جیسے نماز، روزہ اور دیگر احکام کی اہمیت ہے ایسے ہی جہاد جاری رکھنا بھی مامور بہ ہے، اگر جہاد جاری نہ رکھا جائے تو اہل کفر مسلمانوں کو کچل کھا جائیں، نہ نئی مساجد تعمیر ہونے دیں نہ پرانی مسجدوں کو باقی رہنے دیں، اذانیں بند کرادیں، مدارس قرآنیہ ختم کرادیں، اور گو آپس میں اہل کفر میں اختلاف ہے لیکن اسلام اور مسلمان کو نقصان پہنچانے اور دنیا سے مٹانے کی نیتوں اور مشوروں میں سب ایک ہیں۔

الحمد للہ علماء کرام اور مجاہدینِ عظام کی جہود اور مساعی اور مسلمانوں کی باہمی کوششوں سے عرب و عجم میں کافر مسلمان ہو رہے ہیں اور مساجد و مدارس کی تعمیر پوری شان و شوکت کے ساتھ ہو رہی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں کثرت سے غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں اور مساجد و مدارس کا جال پھیل رہا ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ جہاد جنگ ہی کے ذریعہ ہو اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لیے مال خرچ کرنا، سفر کرنا، تقریریں کرنا، رسائل اور کتابیں لکھنا یہ سب جہاد کی صورتیں ہیں۔ (جہاد کے عمومی مفہوم میں بلاشبہ یہ ساری چیزیں آتی ہیں لیکن جہاد کی سب سے معظم قسم قتال فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں لڑنا ہے اور آج چونکہ فرضِ عین ہو چکا ہے اس لیے کسی اور کام میں لگنے سے جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کا فرض ادا نہیں ہو گا۔ مدیر) جنگ کے موقع پر جنگ کریں اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ہر طرح کی محنتیں جاری رکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاهدوالمشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم (ابوداود باب كرهية ترك الغزو)

اس حدیث میں زبانوں سے جہاد کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ زبان سے جہاد کرنے میں بہت باتیں آگئیں، کافروں سے مناظرہ کرنا، ان کے خلاف تقریریں کرنا، مسلمانوں کو جہاد کے لیے ترغیب دینا اور آمادہ کرنا وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت برابر حق بلند کرنے کے لیے قتال کرتی رہے گی جو شخص ان کے مقابلہ میں آئے گا یہ جماعت اس پر غلبہ پاتی رہے گی اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ میری امت کے آخری لوگ مسیح دجال سے قتال کریں گے۔

ائمہ کرام اور فقہاء عظام کا یہی مذہب ہے کہ مسلمانوں پر ہر قسم کا جہاد باقی رکھنا لازم ہے۔ علامہ ابو بکر جصاصؒ احکام القرآن ص 113 ج 3 میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام مالکؒ اور تمام فقہاء امصار کا قول ہے کہ جہاد قیامت تک فرض ہے، لیکن اس میں اتنی تفصیل ہے کہ عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت اس میں مشغول رہے گی تو باقی مسلمانوں کو اس کو ترک کرنے کی گنجائش ہو گی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسلمانوں کے ممالک کی سرحدوں کے رہنے والے مسلمان اگر طاقت ور نہ ہوں اور ان میں کافروں سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو جس کی وجہ سے انہیں اپنے شہروں اور اپنی جانوں اور اپنے بچوں پر دشمنوں کی طرف سے خوف ہو تو ساری امت پر فرض ہو گا کہ وہ اپنے گھروں سے نکلیں اور کافروں کے حملہ سے مسلمانوں کی حفاظت کریں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔۔ کہ امت میں کسی کا بھی یہ قول نہیں ہے کہ جب (کسی علاقہ میں) مسلمانوں کو اپنی جانوں کے قتل ہونے کا اور بچوں کے قید ہونے کا خطرہ ہو تو دوسرے (علاقہ کے) مسلمانوں کو ان کی مدد چھوڑ کر گھر بیٹھنا جائز ہو۔

پھر لکھا ہے کہ امام المسلمین اور عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ ہمیشہ کافروں سے جنگ کرتے رہیں یہاں تک کہ اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے، مسلمانوں کی ایک جماعت اگر اس فریضہ پر قائم رہے تو باقی مسلمانوں سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی جہاد میں مشغول نہ رہے تو سب گناہ گار ہوں گے۔ پھر لکھتے ہیں کہ کافروں سے قتال کرنا واجب ہے اگر چہ وہ خود سے جنگ میں پہل نہ کریں، اور اگر مسلمانوں کے کسی شہر پر دشمن چڑھ آئیں تو تمام مسلمانوں پر ان کا دفاع لازم ہو گا (آج کل چونکہ مسلمانوں کے تقریباً تمام شہروں پر کفار نے حملہ بلکہ قبضہ کیا ہے اس لیے اب جہاد فرض عین ہے۔ مدیر) اس صورت میں عورت بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نکل کھڑی ہو، اور غلام بھی آقا کی اجازت کے بغیر میدان میں آجائے، اس لیے کہ اس صورت میں دشمنوں سے جنگ کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ کتاب السیر) جیسا کہ پہلے فرض کیا گیا، جہاد اور قتال اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے کے لیے ہے اور جنگ برائے جنگ نہیں ہے۔

مشابہت وبشارت سورت احزاب کے سائے تلے

شیخ خالد حقانی حفظہ اللہ

جس طرح دنیا اضداد کا مجموعہ ہے اسی طرح دنیا نظائر، امثال اور اشباہ کا بھی مجموعہ ہے، کوئی شے ایک شے کے مشابہ ہے تو کوئی دوسری چیز سے مشابہت رکھتی ہے، کبھی ایک واقعہ کسی ایک سانحہ کی نظیر ہوتی ہے، تو کوئی حادثہ کسی دوسرے نازلہ سے مماثلت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ استدلال کے لئے استعمال ہونے والے قیاس تین قسم کے شمار کیے گئے ہیں 1۔قیاسِ علت 2۔قیاسِ دلالت 3۔قیاسِ شبہ۔ اور امام ابن نجیم رحمہ اللہ نے تو اپنی کتاب کو الاشباہ والنظائر کے نام سے موسوم کیا ہے اور کبھی تو شریعت نے تشبہ کو اتنی زیادہ اہمیت دی ہے کہ کسی باطل قوم سے تشبہ اختیار کرنے والے کو انہی میں شمار کیا ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم"، اور نیکوکار لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے کو نیکوکاروں میں شمار کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں نکلنے والے جادوگروں کی ہدایت کی ایک وجہ علماء نے یہ بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح لباس اور کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

جس طرح مشابہت تشریعی امور میں ہوتی ہے اور تشبہ کی وجہ سے حکم مشبہ بہ (جس سے مشابہت کی جائے) سے مشبہ (جو مشابہہ کرے) کی طرف منتقل ہوتا ہے اسی طرح کبھی تکوینی امور میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت اس بات پر قرینہ اور فال ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ بھی اپنی نظیر کی طرح ہو جائے، اسی لئے کہا جاتا ہے لکل فرعون موسیٰ کہ ہر فرعون کے مقابلے میں موسیٰ ہوتا ہے، یعنی جس طرح کوئی فرعون کی طرح ظلم و بربریت اور انسانوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اولوالعزم اور حق گو شخص کو ایسے شخص کے مقابلے میں بھیجتا ہے۔ تکوینی امور میں موجود یہ تشبیہ کسی مظلوم قوم کو بشارت دیتی ہے (جس پر کسی ظالم کی طرف سے کوہِ ظلم ٹوٹ پڑا ہو) کہ وہ مایوس نہ ہو، سنت ربانی کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کی مدد کریگا اور اگر یہ ہمت نہ ہاریں تو اللہ تعالیٰ ان میں سے اس ظالم کے لئے کوئی موسیٰ ضرور پیدا فرمائے گا، یہ تشبہ اور مشابہت کی ایک مثال ہے کہ کسی ظالم کا ظلم جب عروج پر پہنچتا ہے اور اس کی حالت فرعون جیسی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ تکوینی طور پر اس ظالم کے زور کو توڑنے کے لئے کسی نہ کسی شخص کو ضرور بھیجتا ہے یہاں پر فرعون کے ساتھ مشابہت پر حکم مرتب ہوا کہ موسیٰ آئے گا،

اور اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ طالوت کے ساتھی جالوت کے مقابلے میں صرف 313 تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اسی طرح بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ابو جہل کے مقابلے میں 313 تھے اور اللہ نے آپ ﷺ کی بھرپور نصرت فرمائی۔

اسی طرح بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوائل (شروع کے ایام) میں جب فارس نے روم کو فتح کیا تھا تو مشرکین نے اس سے فال نکالا کہ جس طرح ہمارے فارسی بھائی رومیوں پر غالب آگئے اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے یہ اس لئے کہ مشرکین مکہ کی مشابہت فارسیوں سے تھی کیونکہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور فارسی آگ کو سجدہ کرتے تھے اور رومیوں کی مشابہت فارسیوں کی نسبت مسلمانوں سے تھی ااس لیے کہ وہ بھی اہل کتاب تھے اور مسلمان ان کی کتاب اور پیغمبر ﷺ کو مانتے تھے اور مسلمانوں کے پاس بھی اللہ کی کتاب تھی، تو جب انہوں نے فارس کی فتح سے فال نکالا کہ ہم غالب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ روم نازل فرمائی کہ نہیں اہلِ فارس تو عنقریب شکست کھائیں گے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف سے شرط لگائی کہ تھوڑے ہی عرصے میں رومیوں کو دوبارہ فتح حاصل ہو گی اور فارس شکست کھائے گا پس تمہارا یہ فال ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ اگرچہ تمہاری مشابہت تو فارسیوں سے ہے لیکن ان کی فتح عارضی ہے اور اصل فتح ان کے خلاف روم کو ہی ہو گی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے ہجرت کے دوسرے سال اہل مکہ کو میدان بدر میں شکست فاش دی اور مسلمان بدر کی خوشیاں منا رہے تھے، عین انہی ایام میں روم نے فارس کو شکست دے دی اور فارسی بھاگ گئے اور قرعہ فال مسلمانوں کے حق میں نکلا، یہاں بھی اقوام کی مشابہت کی وجہ سے فریقین نے اپنے لئے فال نکالا لیکن مسلمانوں کا فال صحیح نکلا اور کفار کا غلط، وہاں پر ہم جو نیک فالی نکالنے کی بات کرتے ہیں تو وہ روم کی فتح کی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو نصِ قرآن سے ثابت تھی، وہاں پر نیک فالی کفار کے مقابلے میں انہوں نے فارس کی فتح سے اپنی فتح نکالا تھا جبکہ مسلمان روم کی فتح سے اپنی فتح کے لیے نکالتے تھے۔

اگرچہ یہاں بات یقینی نہیں ہے لیکن کبھی کبھی نیک فالی کے طور پر اس طرح کی کسی مشابہت کو قرینہ بنا کر اس قرینے کی رو سے کسی واقعہ کے مستقبل کے بارے میں بات کی جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اب ہم آتے ہیں اس دور کے ایک بڑے اور عظیم واقعے کی جو نبی علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا ایک عظیم واقعے کے ساتھ واضح مشابہت کی طرف، جو ہمیں ایک عظیم فتح اور بڑی کامیابی کی بشارت دیتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ پوری دنیا میں خلافت کے قیام کی نوید ہو (ان شاء اللہ) ۔ اس وقت امت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ہر طرف ان کی بے کسی و بے بسی، مالی و اقتصادی لحاظ سے ان کی کمزوری اور ارد گرد سے

دشمن کا محاصرہ یہ اس امت کی اولین نسل صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو بھی پیش آئے تھے لیکن پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے والی مشکلات اپنے عقیدہ اور موقف پر مضبوط صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں، اقتصادی پابندی تھی تو وہ ایسی کہ شعب ابی طالب میں وہ بھوک کی وجہ سے چمڑے اور ہڈیاں تک کھاتے تھے، اپنے گھر اور اپنے علاقے سے نکالنے کی بات ہو تو نبی علیہ السلام تک بھی اپنے گھر سے نکالے گئے وغیرہ، ان سب کو انہوں نے برداشت کیا اور بالآخر فتح یاب ہوگئے اور فتح در فتح حاصل کرکے پوری دنیا پر شرعی حکومت کرنے لگے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر کر رکھ دیا۔

اس دور کا بڑا واقعہ اور حادثہ مسلم دنیا، بالخصوص امارت اسلامی افغانستان پر امریکی اور اس کی اتحادی افواج کا حملہ ومحاصرہ ہے جو کہ مدینہ کے ارد گرد احزاب کے جمع ہونے کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جس کو اسلامی تاریخ میں ہم جنگِ خندق اور جنگِ احزاب کے نام سے جانتے ہیں جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ کیا ہے، اس سورت کا نام بھی سورۃ الاحزاب رکھا ہے ، یہ جنگ شوال 4ھ کو لڑی گئی تھی، اس دوران کفار مکہ، اسد، غطفان، بنوسلیم، بنوفزارہ، اشجع اور بنومرہ قبیلوں نے آپس میں اتحاد کرکے مسلمانوں کے خلاف لشکر روانہ کیا، جبکہ نبی علیہ السلام کے قریب مدینہ میں رہنے والے یہود نے بھی نبی علیہ السلام کے ساتھ معاہدہ توڑ کر لشکر کا ساتھ دیا لیکن اللہ کے فضل سے لشکر ناکام ونامراد واپس ہوگیا اور غدار قوم یہود بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئے، گزشتہ پندرہ سالوں سے کفار کے لاؤلشکر کی طرف سے سرزمین خراسان کے سخت ترین محاصرے اور جنگ کی غزوہ احزاب کے ساتھ واضح مشابہت ہمیں بشارت دیتی ہے کہ ان شاء اللہ عنقریب ہم بھی اس لشکر کے مقابلے میں کامیاب ہوں گے اور یہ کفار ناکام ونامراد واپس جائیں گے، اگر یہ بات فقط مشابہت کی وجہ سے میں پندرہ سال پہلے کرتا تو ممکن ہے کوئی مجھے دیوانہ کہتا لیکن اب تو اس لشکر کا سردار خود بھی اپنی ناکامی کا اعتراف کر رہا ہے اور مسلسل بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا ہے تو اس مشابہت سے پھوٹتی بشارت کی روشنی امتِ مسلمہ کو طاغوتی نظاموں کے سقوط اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی روشن راہیں خود دکھارہی ہے۔

مدینہ طیبہ میں قائم اسلامی ریاست عالمِ کفر کے لئے ناقابلِ برداشت

☆مدینے کے ارد گرد کفار اس وقت جمع ہوئے جب مسلمانوں نے کفار کے خلاف چھوٹی کاروائیوں کے علاوہ دو بڑی جنگیں لڑی تھیں بدر میں تو کفار کو بری طرح ناکامی ہوئی تھی اور احد میں بھی مسلمانوں کی عارضی شکست کے بعد کفار بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ایسے حالات میں کہ مدینہ منورہ میں اسلامی خلافت روز بروز مضبوط ہوتی جارہی تھی اور کفار کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اسلامی سلطنت کا دائرہ کہیں ہمارے علاقوں تک بھی نہ پھیل جائے کفار اپنے آپس کے اختلافات بھلا کر مدینہ منورہ کے ارد گرد مسلمانوں کے استحصال اور مکمل بیخ کنی کے لئے جمع ہوگئے۔

بالکل اسی طرح افغانستان کے خلاف اس وقت کفار جمع ہوئے جب اسلامی امارت، افغانستان کی سرزمین پر اپنے قدم جمارہی تھی اور پوری دنیا اس کو اپنے باطل نظاموں کے لئے ایک خطرہ محسوس کرنے لگی، جبکہ بہادر افغان مسلمانوں نے اس سے پہلے ماضی قریب میں کفار کے خلاف اسی سرزمین پر دو عظیم جنگیں لڑی تھیں بدر کی طرح تو برطانوی استعمار کو ایسی شکست ہوئی تھی کہ اس غیرت مند سرزمین سے ان کا صرف ایک فوجی بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا، جبکہ روس کے خلاف بھی مسلمانوں کا معرکہ ایک تاریخی معرکہ ہے اگرچہ اس میں مسلمانوں کو بھاری جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا لیکن بالآخر روس نے بھی یہاں سے فرار کا راستہ اختیار کیا اور مسلمان اللہ کے فضل سے کامیاب وکامران ہوئے، اس کے بعد جب اسی سرزمین سے خلافتِ اسلامیہ کی صدائیں آنا شروع ہوئیں تو کفار کو اپنے شکستہ نظاموں کو بچانے کا غم لاحق ہوا اور انہوں نے ان کے خلاف ایک وحشت ناک جنگ کا اعلان کردیا۔

مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے استحصال کے لیے مشرکین کا عالمی اتحاد

مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرتے وقت کفار نے آپس کے اختلافات بھلا کر مسلمانوں کے خلاف اتحاد قائم کیا، خصوصاً مشرکین مکہ اور یہود کے درمیان اتفاق ایک نادر الوقوع امر تھا کیونکہ یہ یہود نبی آخر الزماں ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے انہی مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے کہ اے اللہ نبی آخر الزماں کو بھیج دے تاکہ ہم ان کفار کے خلاف اس کی قیادت میں لڑ کر ان پر فتح حاصل کریں:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْافَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِہٖ ۔

ترجمہ: اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے، پس جب اُن کے پاس آ پہنچی وہ چیز جس کو وہ خوب پہچانتے تھے تو اُس کے منکر ہوگئے۔ (بقرہ آیت نمبر ۸۹)

اور اس وقت ان کا اتحاد الکفر ملۃ واحدۃ کا حقیقی مظہر تھا۔

اسی طرح جب امریکہ اپنے پورے غرور و تکبر کے ساتھ فرعونی دعویٰ انا ربکم الاعلیٰ کے ساتھ افغانستان میں اسلامی حکومت کے خلاف حملہ آور ہوا تو دنیا کے تمام کفار اس کے تحادی بنے اور یہود و ہنود اور نصاریٰ و مشرکین اپنے آپس کے اختلافات بھلا کر اس دجالی لشکر میں شامل ہو گئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے 52 ممالک کی افواج پوری قوت سے امارت اسلامی پر چڑھ دوڑیں، جس طرح وہاں یہود اور مشرکین کے درمیان اتحاد ایک تعجب کی بات تھی اسی طرح یہاں زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مسلمان، مرتد حکومتوں نے بھی ان یہود و نصاریٰ کے ساتھ مکمل اتحاد کیا اور اولادِ ابراہیم کے لئے جلائی جانے والی آگ میں ہر کسی نے اپنی طاقت کے مطابق حصہ ڈالا کسی نے مالی امداد کی تو کسی نے براہ راست اپنے فوجیوں کو افغانستان بھیجا، کسی نے اڈے اور سپلائی فراہم کی، تاکہ امارتِ اسلامیہ کو ڈھانے کی 'سعادت' سے کوئی محروم نہ رہے۔

☆ انہوں نے مدینے پر ہر طرف سے حملے کا منصوبہ بنایا اور مدینہ کا ہر اس مقام سے محاصرہ کیا جہاں سے وہ اس کو فتح اور کنٹرول کرنے کا یقین رکھتے تھے، اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

اِذْ جَآ ءُ وْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُم۔

"'جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے"۔(احزاب آیت نمبر ۱۰)

ان میں سے ایک گروہ مدینہ کی نچلی سائڈ اتر گیا وہ مدینہ کی مشرقی طرف تھا اور دوسرا گروہ مدینہ کے اوپر کی طرف اتر گیا، مشرق کی طرف بنو قریظہ کا قلعہ تھا ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ تھا انہوں نے معاہدہ توڑا اور مسلمانوں کے خلاف کفارِ مکہ کی مدد کی۔

مدینہ طیبہ میں سخت خوف وہراس

لشکر کفار کے حملے کے وقت مدینہ طیبہ میں سخت خوف وہراس کا سماں تھا، دہشت کے مارے دل حلق کو پہنچے ہوئے تھے، ہر شخص متفکر تھا کہ اب کیا ہوگا، قرآن مجید نے اس منظر کا کچھ یوں نقشہ کھینچا ہے، وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِر۔" اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے:۔(احزاب آیت نمبر ۱۰)

جبکہ نبی اکرم ﷺ ان سخت ترین حالات میں مسلمانوں کو نہ صرف اس جنگ میں فتح و غلبہ کی بشارت دے رہے تھے بلکہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے زیر نگیں آنے کی خوشخبری بھی سنا رہے تھے، ایسے سخت ترین

حالات میں ان بشارتوں کو سن کر مادیت پرست منافقین اسے جھوٹی تسلیاں سمجھ کر آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

علامہ سلیمان اندلسی ''الاکتفاء'' میں ان کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

حتٰی قال قائل منهم کا ن محمد یعدنا ان نأکل کنوز کسریٰ وقیصر واحدنا الیوم لایأمن علیٰ نفسه ان یذهب الی الغائط۔

یہاں تک کہ ان میں سے بعض کہنے والے یوں کہنے لگے کہ محمد ﷺ تو ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانے کھانے کے وعدے کرتا تھا جب کے ہم میں سے کوئی آج تقاضے تک کے لئے جانے سے محفوظ نہیں ہے۔(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثلاثۃ الخلفاء2،105)

اسی طرح اگر کسی کو یاد ہو تو جب امریکہ اور اس کے حواریوں نے امارتِ اسلامی پر حملہ کیا تو مسلمان بہت خوفزدہ تھے اور جنگ اتنی سخت تھی کہ دل خوف کے مارے گلوں کو پہنچے ہوئے تھے، مایوسی اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ یہ سوچنا تو درکنار کہ امریکہ شکست کھا جائے گا اس بات کا تصور اور گمان بھی مشکل ہو رہا تھا کہ ان کے خلاف جنگ لڑنا بھی ممکن ہے بلکہ لوگ ان کیخلاف جنگ کو دیوانگی اور ہلاکت سمجھتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ وہ زمین پر سوئی کو بھی دیکھ کر نشانہ بنا سکتے ہیں، مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک ساتھی اسماعیل شہید رحمہ اللہ جو انتہائی مضبوط ایمان اور یقین والے تھے شینکئی کے مقام پر ایک جنگ کے دوران امریکی ہیلی کاپٹروں سے نہیں چھپے اور چٹیل میدان میں بیٹھے رہے، ساتھیوں نے کہا کہ تھوڑا ادھر درختوں کے نیچے ہو جائیں، ہیلی کاپٹر نے دیکھ لیا تو مارے گا تو انھوں نے کہا کہ آج میں دیکھتا ہوں کہ میں سوئی سے چھوٹا ہوں یا بڑا، لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ وہ اس جنگ میں بالکل محفوظ رہے، چند عرصے بعد وہ کسی اور مقام پر شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے، آمین، اسی طرح بعض منافقین یوں کہا کرتے کہ ان کو دیکھو یہ دنیا پر حکومت و قبضے کے خواب دیکھتے تھے کیسے غاروں میں چھپ گئے ہیں، اور آج بھی ممکن ہے اگر ہم کہیں کہ اب اقوامِ متحدہ کا وقت ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ عالمگیر اسلامی خلافت کا قیام ہو گا تو لوگ ہم پر ہنسیں گے اور اسے دیوانے کی بڑ سمجھیں گے لیکن

واللہ غالب علیٰ امره ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔

اہل مدینہ کی دو گروہوں میں تقسیم

لشکر کفار کا طمطراق دیکھ کر مدینہ میں لوگ واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ارشاد باری ہے:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔

اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا"۔ (احزاب آیت نمبر 12)

ایک منافقین اور مرضی القلوب کا گروہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فتح اور غلبے کے وعدوں کو دھوکہ اور جھوٹی تسلیاں قرار دینے لگا اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگا علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:'' فحينئذظهر النفاق و تكلم الذين فى قلوبهم مرض بما فى انفسهم۔" پس اس وقت نفاق ظاہر ہوا اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا وہ اپنے دل کی باتیں کرنے لگے"۔

جبکہ دوسرا گروہ مؤمنین مخلصین کا تھا جو اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے تھے کہ لشکر جمع ہو کر آئیں گے اور فتح وغلبہ مؤمنین کو حاصل ہو گا، فرمایا:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔"

اور جب مؤمنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اُس کے پیغمبر ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُس کے پیغمبر ﷺ نے سچ کہا تھا اور اس سے اُن کے ایمان اور اطاعت ہی میں اضافہ ہوا"۔(احزاب آیت نمبر 22)

اسی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے یوں بھی واضح فرمایا:وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔"اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے"۔احزاب آیت نمبر ۱۰۔

حضرت حسن بصریؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں ظنون مختلفة، یعنی" مختلف گمان ہوتے تھے" ایک گمان منافقین کا کہ مسلمانوں کی بیخ کنی ہو جائے گی اور دوسرا گمان مسلمانوں کا تھا کہ ان کو یقین تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ سچ ہے اور یہ کہ وہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کریں گے اگرچہ مشرکین اس کو برا مانیں گے۔(ابن کثیر)

بالکل اسی طرح جب امارتِ اسلامی پر عالمِ کفر کی یلغار شروع ہوئی تو اس وقت بھی مسلم دنیا واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی، ایک گروہ کفار کی طاقت دیکھ کر طالبان اور شریعت اسلامی سے سخت بد دل ہوا اور وہ کھلے بندوں کہنے لگے کہ اس خوفناک جنگ میں طالبان کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا، طرح طرح سے شریعت اور مجاہدین کا مذاق اڑانے لگے، ان پر الزامات وملامتوں کی بوچھاڑ ہونے لگی کہ جب یہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو امریکہ کو چھیڑا کیوں؟ نائن الیون کی مبارک استشہادی کاروائی کو اسلام اور مسلمانوں کے وجود و سلامتی کے لئے بڑا خطرہ قرار دیا جانے لگا وغیرہ۔۔۔ جبکہ دوسرا گروہ یہاں بھی مخلصین مؤمنین کا تھا جو اللہ تعالیٰ کے اس قرآنی وعدے پر یقین رکھتا تھا: وانتم الاعلون ان کنتم مئو منین۔ " اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو"۔

اور انہوں نے اس کفری یلغار کو فتح و غلبے کا آغاز سمجھ کر اللہ کے حضور سجدہ شکر بجالایا کہ ان گوری چمڑی والوں کو ہم کہاں کہاں ڈھونڈ کر مارتے اور ان کی فوجی طاقت کا بھرکس کیسے نکالتے یااللہ! تو بڑی غیرت والی ذات ہے کہ ان کو پوری طاقت سمیت ہمارے قدموں میں لا کر ڈال دیا کہ لو! ان کے ساتھ میرے حکم کے مطابق عمل کرو۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے یہ الفاظ تاریخ کا حصہ ہیں کہ وقت ہمارے پاس ہے اور گھڑیاں ان کے پاس، اور فرمایا کہ ہم امریکہ تو نہیں جا سکتے تھے اللہ خود انکو یہاں کھینچ کر لایا، فللہ الحمدو الشکر و النعمۃ۔

مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے خلاف میڈیا وار:

منافقین کے درمیان موجود ایک گروہ مسلمانوں کے خلاف منظم انداز سے میڈیا وار میں مصروف تھا کبھی ان کے درمیان سنسنی پھیلانے کے لئے جھوٹی افواہیں اڑاتے کبھی ان کے خیر خواہ بن کر مصلحت سے کام لینے کے مشورے دیتے اور طرح طرح سے ملامتیں کرتے اور کبھی ان کی شکست کا یقین کر کے کھل کر ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پروپیگنڈوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے: يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَامُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا۔ " اے اہلِ مدینہ! (یہاں) تمہارے لئے (ٹھہرنے کا) مقام نہیں تو لوٹ چلو"۔ (احزاب آیت نمبر 13)

یعنی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رباط وجہاد میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اور آپ ان لشکروں کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے لہٰذا واپس ہو جاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا:

قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَالْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرًا۔

" اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کم۔ (یہ اس لئے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو تم اُن کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُن کی آنکھیں (اس طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کیساتھ زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے اُن کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان تھا "۔(احزاب آیت نمبر ۱۸۔19)

منافقین کا یہ گروہ اس بات پر پوری توجہ رکھتا تھا کہ مشکل اور مصیبت میں مسلمانوں کے خلاف بھرپور پروپیگنڈا پھیلائے کہ کس طرح ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں اور ان کی جماعت منتشر ہو جائے اور فتح وغلبہ کے آثار دیکھتے ہی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے کہ ہم تو آپ کے اپنے ہیں اور طرح طرح کے اعذار پیش کر کے مکمل خوشامد کرتے۔

اسی طرح یہاں بھی منافقین کا ایک گروہ طالبان اور مجاہدین کے خلاف بھرپور انداز میں پروپیگنڈا پھیلانے میں مصروف ہے، اولاً تو ایسی ایسی افواہیں پھیلائیں کہ الامان والحفیظ۔ امریکہ اور اسکے اتحادیوں کی طاقت کو نعوذ باللہ ! اللہ تعالیٰ سے بھی برتر دکھانے کی کوشش کی گئی (کہ ان کے پاس دیواروں کے پار اور پہاڑوں کے اندر تک دیکھنے کی ٹیکنالوجی ہے) پھر مجاہدین کے حوصلوں کو توڑنے اور ان کی مجتمع طاقت کو منتشر کرنے کے لئے شکست وشہادت کے ایسے پروپیگنڈے پھیلائے جانے لگے کہ پہاڑ بھی جھوٹ اور شر انگیزی سے ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ بہت سوں نے ملامتوں اور الزامات کی زبانیں تیز کر لیں، طرح طرح کے طعنے دیے گئے، کہ امریکہ کو چٹکی بھرنے والے کن غاروں میں چھپ گئے ؟ کہاں گئے پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنے والے ؟ وغیرہ وغیرہ۔

ایسے میں جہاد سے منسوب بڑی شخصیات پر بھی جیسے موت طاری ہو گئی جو کبھی کل تک پاکستان میں طالبان کی پہچان ہونے کے دعویدار تھے اور پاکستان میں امیر المومنین کے نمائندہ تھے اور ان کی طرف سے پاکستان میں نائب بننے کیلئے ایک دوسرے سے بازی لیجارہے تھے اور کبھی واشنگٹن پر فتح کے جھنڈے گاڑنے کے دعوے کرتے تھے

اور کبھی دہلی میں پانچ لاکھ کفن پوش داخل کرتے تھے ایسے خاموش ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندوں کا بسیرا ہو اور مجاہدین سے ناطے ایسے توڑ لئے کہ جیسے ان سے صدیوں پرانی دشمنی ہو۔

ایسے لوگوں کے کردار سے کون واقف نہیں جو امارتِ اسلامی کے بنیادی ڈھانچے کے اصل مؤسس اور کراچی میں بیٹھ کر قندھار پر اصل حاکم اپنے آپ کو سمجھتے تھے، تحریر، تقریر، دفاتر، جرائد ہر اعتبار سے اپنے آپ کو طالبان کے حقیقی نمائندے اور پاکستان میں اسی نظام کے نقیب جانتے تھے، فراخی کے دنوں میں کروڑوں، اربوں روپے کی امداد دینے والے خوشامدیوں پر ایسا سکوتِ مرگ طاری ہوا کہ طالب نام سے ان کا سکون خراب ہونے لگا واللہ! افغان نام کے چوکیدار تک کو انہوں نے اپنے اداروں سے فارغ کر دیا فیاللعجب!! اور طوفانی نعروں میں گرجتے تھے کہ اگر امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو پاکستان میں موجود امریکیوں کو کتوں کی طرح ماریں گے وغیرہ وغیرہ، اور آج جب امریکہ اور اتحادی پھر شکست و فرار کا راستہ تلاش کر رہے ہیں اور فتح و غلبے کے آثار نہایت واضح ہونے لگے ہیں تو انہوں نے پھر طالبان کے گن گانے شروع کر دئے ہیں کوئی گو امریکہ گو کانفرنس کر رہا ہے، کوئی اسلام زندہ باد کانفرنس سے نام نہاد محبت کا اظہار کر رہا ہے، کوئی دفاع پاکستان کے نام پر کانفرنس منعقد کر کے نیٹو سپلائی اور امریکی مداخلت کی مخالفت کے نام پر پوری فتح کا سہرا اپنے سر سجانے کے خواہشمند ہیں اور کوئی روس کی شکست میں علمبرداری کے دعوے کے بعد اب امریکی شکست میں بھی ساجھے دار ہونے کے دعوے شروع کر رہے ہیں، ان ظالموں کو اس بات پر ذرا بھی شرم نہیں آتی کہ جب کل یہ کہتے تھے کہ ہم طالبان طرز کا نظام نہیں چاہتے اور ملاّ محمد عمر مجاہد اور اسامہ بن لادن رحمہما اللہ کو آئی۔ایس۔آئی کا ایجنٹ قرار دیتے تھے اور زہر افشانی کرتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کمانڈر نیک محمدؒ کونسی ایجنسی کا ایجنٹ رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بڑی عجیب تصویر کھینچی ہے کہ جب خوف آجائے تو تم ان کو دیکھو گے کہ انکی آنکھیں حلقوں میں اس طرح پھرتی ہیں جیسے کہ ان پر موت کی غشی طاری ہوئی ہو اور جب خوف ٹل جائے تو پھر آہنی زبانوں سے آپ کا استقبال کریں گے، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا خوب تفسیر بیان فرمائی ہے: ای فاذا کا ن الامن تکلموا کلامابلیغا فصیحا عالیا ،و ادعوا لانفسھم المقامات العالیۃ فی الشجاعۃ و النجدۃو ھم یکذبون فی ذالک ۔(ابن کثیر 3،573)"یعنی جب امن ہو تو یہ لوگ فصیح و بلیغ باتیں (تقریریں) کرتے ہیں اور اپنے آپ کے لئے شجاعت اور بہادری میں عالی مرتبت کے دعوے کرتے ہیں اور یہ اس میں جھوٹ بولتے ہیں" اعاذنا اللہ من ذالک۔(جاری ہے)

بزا خفش ہم سے اچھی تھی وہ انکار میں سر ہلا دیتی تھی ہم تو۔۔۔(منصور یوسفزئی)

ایک فوجی دوست نے عجیب تبصرہ کیا،، کہ ہم سے تو اخفش کی بکری بھی اچھی تھی انگریز کی ترتیب کردہ پاکستانی فوج میں (نو سر) کی کوئی گنجائش نہیں،، اگر نو سر کہا تو سزا کم از کم 14 سال قید سے لیکر موت تک ہو سکتی ہے۔ میں نے پوچھا یہ اخفش کی بکری کیا ہے اس نے کہا ہاں دوست یقین جانو، اخفش کی بکری پھر بھی اچھی تھی وہ انکار میں سر ہلا دیتی تھی، اگرچہ اس کے سر میں دماغ بھی نہیں تھا لیکن،

ہم نے اپنی بہن (عافیہ صدیقی) کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا اور ڈالر لئے، نو سر کی گنجائش نہ تھی، ہمیں اپنوں کو مارنے کا آرڈر ملا، نو سر کی گنجائش نہ تھی،

"کیا تمہیں سمجھ آئی ہے جو کچھ میں نے کہا ہے

میں نے کہا ہاں میں بزا خفش تو نہیں نا، وہ مسکرایا اور تشریح کرنے لگا،

اخفش نامی ایک شخص تھا جو پڑھنے لکھنے کا بڑا شوقین تھا۔ اسے استاد سے جو سبق یاد کرنے کو ملتا' اسے وہ بار بار دہراتا تھا تاہم گھر آکر اسے کوئی ایسا سامع میسر نہیں تھا جکے سامنے سبق دہراتا اور وہ اسکی غلطی پکڑتا۔

اس کی ایک بکری تھی چنانچہ اخفش بکری کے سامنے بیٹھ کر اپنا سبق دہراتا۔ اگر بکری اوپر نیچے سر ہلاتی تو اخفش اسے مثبت سمجھتا' گویا وہ ٹھیک دہرا رہا ہے۔ اگر بکری کا سر دائیں بائیں ہلتا تو اخفش اپنی غلطی تصور کر کے اپنا سبق پھر سے دہرانا شروع کر دیتا۔

پھر کہا ہمارے قائد اور بابائے قوم کو دیکھو کون ہے وہ؟ اس نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے؟ کچھ دیر خاموش ہوا اور پھر آہ بھر کر کہنے لگا، ہمارے یہ تجزیہ نگار، یہ تھنک ٹینکس، یہ ڈاکٹر، یہ علما، یہ جرنیل حتیٰ کہ حکمرانوں نے آج تک یہ نہ سوچا کہ کیا قائداعظم نے پاکستان کی آزادی کی خاطر کوئی جنگ لڑی، کیا کسی انگریز کو قتل کیا، کیا کسی ہندو کو قتل کیا؟ کیا اس نے جیل دیکھا، آخر کیونکر وہ ہمارے بابائے قوم ٹھہرے؟

اس نے کہا دوست بزا خفش کی طرح صرف سر نہ ہلاو جواب دو،؟؟؟

میں نے کہا سمجھ رہا ہوں دوست بزا خفش نہیں ہوں،

پھر کہا، پاکستان کا مطلب لا الہ الااللہ ہوتا تو بگوان داس چیف جسٹس بنتا؟؟؟

اس نے کہا دیکھو وہ علامہ اقبال کتنا بڑا دہشت گرد تھا، تعلیم نسواں کے خلاف تھا، آزادی نسواں کے خلاف تھا، جمہوریت کے خلاف تھا، وہ تو خلافت چاہتا تھا،، چین و عرب ہمارا ھندوستاں ہمارا ،مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔

پھر کہا شاید میں ہی پاگل ہوں یا یہ سارا پاکستان، دیکھو راحیل ہیرو ہے لیکن وہ امریکہ کا یار ہے چین کا یار ہے

،روس کا یار ہے، انڈیا سے دوستی چاہتا ہے، ہزاروں فضائی اور زمینی حملے قبائل میں اور پاکستان میں مسلمانوں پر کئے اور ان مسلمانوں کا ہی ہیرو ہے، وہ پوری دنیائے کفر کا بھی ہیرو ہے۔

اور میں ایک سپاہی ہوں،،، پاکستان کی خاطر مر مٹوں گا،، ہر آرڈر مانوں گا اپنی جاں کی پرواکئے بغیر، لیکن بزا خفش پھر بھی ہم سے اچھی تھی،، ہم تو انکار نہیں کر سکتے،،، ورنہ قتل کر دئے جائیں گے، پھر پشتو میں کہنے لگا۔۔۔ سہ وئیل خنہ دی خو دسنہ وئیلو غوندے سنہ دی۔

جہادی عمل سے متعلق عمومی ہدایات (شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ 1434ھ)

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اولاً: تمہید

یہ بات مجاہد بھائیوں سے پوشیدہ نہیں کہ اس مرحلے میں ہمارے کام کی دو بنیادی جہتیں ہیں،

اول: عسکری،

دوئم: دعوتی۔

- 1۔ عسکری کام: کا اولین ہدف عالمی کفر کا سردار امریکہ اور اس کا حلیف اسرائیل ہیں، جبکہ دوسرا ہدف اس کے مقامی حلیف یعنی ہمارے ملکوں کے حکمران ہیں۔

الف: امریکہ کو نشانہ بنانے کا مقصد اسے تھکا دینا اور مستقل ضربیں لگا کر رفتہ رفتہ کمزور کرنا ہے، تاکہ سوویت اتحاد کی طرح وہ بھی اپنے عسکری، افرادی اور اقتصادی نقصانات کے بوجھ تلے دب کر خود بخود گر جائے، نتیجۃً ہماری سرزمینوں پر امریکی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور اس کے حلیف اور حاشیہ نشین بھی ایک ایک کر کے گرنے لگیں۔

عرب انقلابات میں جو کچھ ہوا وہ امریکی نفوذ میں کمی کی واضح دلیل ہے۔ افغانستان اور عراق میں مجاہدین کے ہاتھوں امریکہ کی پٹائی اور گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد سے امریکہ کے داخلی امن وامان کو لاحق مستقل خطرات کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ نے مسلم عوام کو اپنے سینوں میں موجود غم وغصے کے جذبات کے اظہار کا کچھ رستہ دینے کا فیصلہ کیا، مگر عوامی غیض وغضب کا یہ آتش فشاں اس کے ایجنٹوں ہی پر پھٹ پڑا۔ ان شاءاللہ آنے والے مراحل میں امریکی اثر ورسوخ میں مزید کمی دیکھی جائے گی، اسے اپنی ہی فکر دامن گیر ہو جائے گی اور نتیجۃً اس کے حلیفوں کا تسلط بھی کمزور پڑنے لگے گا۔

ب: جہاں تک امریکہ کے مقامی ایجنٹوں کو ہدف بنانے کا معاملہ ہے تو ہر علاقے کا معاملہ دوسرے سے فرق ہے۔ اس مسئلے میں اصولی حکمتِ عملی یہی ہے کہ ان کے خلاف معرکہ نہ کھولا جائے، سوائے ان ممالک میں جہاں ان سے ٹکراؤ کے بغیر چارہ نہ ہو۔

چنانچہ افغانستان میں ان مقامی ایجنٹوں سے معرکہ امریکیوں کے خلاف جنگ کے تابع ہے۔

پاکستان میں ان سے معرکہ افغانستان کو امریکی قبضے سے آزادی دلانے کی جنگ کا تتمہ ہے، پھر اس سے پاکستان میں مجاہدین کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ فراہم کرنا مقصود ہے، پھر اس محفوظ پناہ گاہ کو مرکز کے طور پر استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی سعی مطلوب ہے۔

عراق میں ان کے خلاف جاری معرکے کا ہدف امریکہ کے صفوی (رافضی شیعہ) جانشینوں کے قبضے سے اہلِ سنت کے علاقوں کو آزاد کروانا ہے۔

الجزائر، جہاں امریکی اثر و رسوخ کافی کم بلکہ تقریباً غیر موجود ہے، وہاں مقامی حکمرانوں کے خلاف معرکے کا مقصد حکومت کو کمزور کرنا اور مغربِ اسلامی کے علاقوں، افریقہ کے عربی ساحل پر واقع ممالک اور صحراء کے جنوبی علاقوں میں جہادی نفوذ کو بڑھانا ہے۔ نیز اب ان علاقوں میں بھی امریکہ اور اس کے حلیف ممالک سے تصادم کی فضاء پیدا ہونے لگی ہے۔

جزیرۂ عرب میں ان کے خلاف معرکہ ان کے براہ راست امریکی ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے ہے۔

صومالیہ میں ان کے خلاف معرکے کا سبب ان کا وہاں قابض صلیبیوں کا ہراول دستہ ہونا ہے۔

شام میں ان کے خلاف معرکے کا سبب یہ ہے کہ وہاں کے حکمران، جہادی تو دور کی بات، کسی قسم کے اسلامی تشخص کے حامل وجود کو بھی برداشت کرنے پر آمادہ نہیں اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے حوالے سے ان کی بھیانک خونی تاریخ کسی سے مخفی نہیں۔

بیت المقدس کے گرد و پیش میں بنیادی اور اصلی معرکہ یہود کے خلاف ہے، جبکہ اوسلو معاہدے کی پیداوار، مقامی حکمرانوں کے مقابلے پر حتی الامکان صبر کا راستہ اختیار کیا جانا چاہیے۔

2- دعوتی کام: کا اساسی ہدف یہ ہے کہ امت کو صلیبی حملے کے خطرے سے آگاہ کیا جائے، توحید کے اس پہلو کو اجاگر کیا جائے کہ حاکمیت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، اسلام کی بنیاد پر اخوت و بھائی چارہ قائم کرنے کا درس دیا جائے اور اسلامی سرزمینوں کو ملا کر ایک دارالاسلام بنانے کی اہمیت واضح کی جائے۔ اللہ نے چاہا تو یہ اقدامات خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کا مقدمہ ثابت ہوں گے۔

اس مرحلے میں دعوتی کام کے دوران بنیادی طور پر دو محاذوں پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے:

پہلا محاذ، گروہِ مجاہدین میں فکری آگہی کے فروغ اور ان کی دینی تربیت میں مزید بہتری لانے پر توجہ دینا، کیونکہ یہی امت کا وہ ہراول دستہ ہیں جو آج بھی اپنے کاندھوں پر صلیبیوں اور ان کے حواریوں سے مقابلے کا بوجھ اٹھائے نظر آتے ہیں اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی اٹھائے رکھیں گے، یہاں تک کہ خلافت اسلامیہ کا قیام عمل میں آجائے۔

دوسرا محاذ، مسلمان عوام میں فکری آگہی کے فروغ، انہیں تحریض دلانے اور اس امر پر انہیں متحرک کرنے کی کوشش کرنا ہے کہ وہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کریں اور اسلام اور اسلام کی خاطر مصروفِ عمل لوگوں کے ساتھ آملیں۔

ثانیاً: مطلوب ہدایات

اس مقدمے کے بعد ہم سیاست شرعیہ کی روشنی میں مصالح کے حصول اور مفاسد کے سد باب کے لیے درج ذیل ہدایات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

1- اپنی کوششوں کو مسلم معاشرے میں فہم وشعور کو فروغ دینے پر مرکوز کیا جائے تاکہ عوام الناس جمود توڑ کر حرکت میں آئیں، نیز گروہِ مجاہدین میں بھی فہم وشعور کو فروغ دینے پر توجہ مرکوز کی جائے تاکہ پختہ فکرو عقیدے کی حامل ایک ایسی متحد و منظم جہادی قوت تشکیل پاسکے جو اسلامی عقیدے پر ایمان رکھتی ہو، شرعی احکامات پر کاربند ہو اور مومنین کے لیے نرمی اور کافروں کے لیے سختی کا پیکر ہو۔ نیز اس بات کی بھی بھرپور کوشش کی جائے جہادی تحریک کی صفوں میں سے علمی اور دعوتی صلاحیتوں کے حامل ایسے افراد نکلیں جو منہج کی حفاظت کے ضامن ہوں اور عام مسلمانوں میں بھی دعوت عام کرنے کا فرض نبھائیں۔

2- عسکری کام میں عالمی کفر کے امام (امریکہ) کو کمزور کرنے پر توجہ مرکوز رکھی جائے یہاں تک کہ وہ عسکری، اقتصادی اور افرادی سطح پر نقصانات سہتے سہتے اتنا نچڑ جائے کہ اللہ کے حکم سے جلد ہی سمٹتا سکڑتا واپسی کی راہ لینے پر مجبور ہو جائے۔

تمام مجاہد بھائیوں کے لیے اس بات کو سمجھنا ازحد ضروری ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں مغربی صلیبی صہیونی اتحاد پر چوٹ لگانا ان کی اوّلین ذمہ داری ہے، اس لیے انھیں اس مقصد کی خاطر حتی المقدور کوشش صرف کرنی چاہیے۔

اسی کے ساتھ یہ ہدف بھی ترجیح میں رہنا چاہیے کہ تمام ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمان اسیروں کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش کی جائے جس میں ان کی جیلوں پر دھاوا بولنے اور مسلمان ممالک کے خلاف یورش میں شریک ممالک کے لوگوں کو اغواء کر کے ان کے بدلے قیدیوں کو چھڑوانے جیسے وسائل شامل ہیں۔

نیز یہ واضح رہے کہ عالمی کفر کے امام پر توجہ مرکوز کرنے کی حکمتِ عملی اس بات کے منافی نہیں کہ مسلم عوام خود پر ظلم کرنے والوں کے خلاف زبان، ہاتھ اور ہتھیار سے جہاد کریں! چنانچہ ہمارے شیشانی بھائیوں کا حق ہے کہ وہ غاصب روسیوں اور ان کے چیلوں کے خلاف جہاد کریں۔ ہمارے کشمیری بھائیوں کا حق ہے کہ وہ مجرم ہندوؤں کے خلاف جہاد کریں۔ مشرقی ترکستان میں بسنے والے ہمارے بھائیوں کا حق ہے کہ وہ سرکش چینیوں کے خلاف جہاد کریں اور اسی طرح فلپائن، برما اور تمام عالم میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم توڑا جا رہا ہو، وہاں بسنے والے مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ ان ظلم کرنے والوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کریں۔

3- مسلم خطوں پر مسلط حکومتوں کے خلاف مسلح جنگ سے گریز کیا جائے، سوائے اس صورت میں جب معاملہ ضطرار کے درجے تک پہنچ جائے، مثلاً جب مقامی فوج امریکی فوج ہی کا براہِ راست حصہ بن جائے جیسا کہ افغانستان کی صورت حال ہے، یا جب مقامی فوج امریکیوں کی نیابت میں مجاہدین کے خلاف جنگ کرے جیسا کہ صومالیہ اور جزیرۂ عرب میں ہے، یا جب وہ اپنے یہاں مجاہدین کا وجود تک برداشت کرنے سے انکاری ہو جیسا کہ مغربِ اسلامی، شام اور عراق کا معاملہ ہے۔

ہم جب بھی ان کے خلاف جنگ سے بچنا ممکن ہو بچا جائے، اور اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو پھر امت کے سامنے اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا جائے کہ ان کے خلاف جنگ دراصل صلیبی حملے کے خلاف امت کے دفاع ہی کا ایک حصہ ہے۔

نیز جب کبھی بھی مقامی حکمرانوں کے خلاف جنگ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا کوئی موقع میسر ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اسے ہر ممکن حد تک دعوت، بیان، تحریض، افرادی قوت کی بھرتی، اموال کے جمع کرنے اور معاونین و انصار بنانے میں صرف کیا جائے، کیونکہ ہمارا معرکہ بہت طویل ہے اور جہاد کو پرامن پناہ گاہوں کی اور افراد، اموال اور صلاحیتوں کی مستقل فراہمی کی ضرورت ہے۔

یہ حکمتِ عملی اس بات کے منفی نہیں کہ ہم صلیبی حملہ آوروں کی آلہءکار ان حکومتوں کو یہ باور کراتے رہیں کہ ہم ان کے لیے کوئی تر نوالہ نہیں! اور ان کے ہر عمل کا ردِ عمل بھی ضرور ہوگا چاہے کچھ عرصہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اس اصول کی تطبیق ہر محاذ پر اس کی مخصوص صورتِ حال کی مناسبت سے کی جائے۔

5- گمراہ فرقوں مثلاً رافضیوں، اسماعیلیوں، قادیانیوں اور صوفیوں کی منحرف قسموں کے خلاف قتال سے گریز کیا جائے، الا یہ کہ وہ خود اہلِ سنت سے قتال کریں؛ اور اگر وہ قتال پر اتر آئیں تو جوابی کارروائی صرف انہی لوگوں تک محدود رکھی جائے جو قتال کریں اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت کی جائے کہ ہماری ان کارروائیوں کا مقصد محض اپنا دفاع ہے۔ اسی طرح ان میں سے جو لوگ ہمارے خلاف قتال نہ کریں انہیں اور ان کے اہل و عیال کو ان کے گھروں، عبادت گاہوں، ان کے تہواروں اور دینی اجتماعات میں نشانہ بنانے سے اجتناب کیا جائے۔ تاہم ان فرقوں کے باطل تصورات اور عقائد و عمل میں ان کی گمراہیوں اور انحرافات کا پردہ چاک کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

جہاں تک مجاہدین کے تسلط و نفوذ والے علاقوں کا تعلق ہے تو ان میں ان فرقوں کو دعوت دینے، ان میں شعور و آگہی پیدا کرنے کی سعی کرنے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد ان سے حکمت کے ساتھ تعامل کیا جائے۔ نیز انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تلقین بھی کی جائے، بشرطیکہ ایسا کرنے سے اس سے بڑا مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً مجاہدین کا ان علاقوں سے نکال دیا جانا یا ان کے خلاف عوامی ردِ عمل کی تحریک پیدا ہو جانا یا ایسا فتنہ جنم لے لینا جس سے دشمن کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کا بہانہ مل جائے۔

6- اسلامی ممالک میں موجود نصاری، سکھ اور ہندوؤں سے تعرض نہ کیا جائے؛اور اگر ان کی جانب سے کوئی زیادتی ہو تو زیادتی کے بقدر جواب دینے پر اکتفاء جائے، اور ساتھ یہ وضاحت بھی دی جائے کہ ہم ان کے ساتھ قتال شروع کرنے کے خواہشمند نہیں! ہم عالمی کفر کے سردار کے خلاف مشغولِ جنگ ہیں اور اسلامی حکومت کے...... ان شاء اللہ جلد...... قیام کے بعد ہم ان کے ساتھ سلامتی اور نرمی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔

7- عمومی طور پر ایسے تمام لوگوں کے خلاف قتال کرنے اور انہیں زک پہنچانے سے اجتناب کیا جائے جو ہمارے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں اور نہ اس میں معاونت کریں، اور تمام تر توجہ بالاصل صلیبی اتحاد پر اور اسی کے ذیل میں اس کے مقامی آلہ ءکاروں پر مرکوز رکھی جائے۔

8- غیر محارب عورتوں اور بچوں کو مارنے یا ان سے جنگ کرنے سے گریز کیا جائے، بلکہ اگر وہ ہمارے خلاف قتال کرنے والوں کے اہل وعیال ہوں تب بھی ان کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

9- مسلمانوں کو دھماکوں، قتل واغواء کی کارروائیوں یا اموال واملاک کو نقصان پہنچانے کے ذریعے ایذاء پہنچانے سے کلی اجتناب کیا جائے۔

10- دشمنوں کو مساجد، اجتماعات اور بازاروں جیسی جگہوں پر ہدف بنانے سے گریز کیا جائے جہاں یہ دشمن مسلمانوں کے ساتھ یا ایسے لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہوں جو ہمارے خلاف قتال میں شریک نہ ہوں۔

1- علمائے کرام کے احترام اور دفاع کو یقینی بنایا جائے کیونکہ علماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور امت کے قائدین ہیں......اور خصوصا ایسے حق گو علماء کرام جو حق کی خاطر قربانیاں بھی دے رہے ہوں ان کا احترام اور دفاع تو اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ نیز علمائے سوء کا مقابلہ محض ان کی جانب سے پھیلائے گئے شبہات کا ازالہ کرنے اور مضبوط دلائل کے ساتھ ان کے آلہ ءکار ہونے کو واضح کرنے کے ذریعے کیا جائے اور ان کا قتل یا ان کے خلاف قتال نہ کیا جائے، سوائے اس صورت میں جب وہ مسلم عوام یا مجاہدین کے خلاف کسی قتالی عمل کے مرتکب ہوں۔.........."

خراسان سے ایک مجاہدہ کا اپنی حلب میں موجود شامی مجاہدہ بہن کے نام خط

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

اللہ رب العزت میری شامی بہن تم پر اور سارے شام والوں پر آزمائش کی اِس گھڑی میں بہت بہت سلامتی نازل فرمائے۔ سوچتی ہوں کہ اب آگے اور کیا کہوں، کیا لکھوں کہ جس سے تمہارا بہتا خون رُک جائے، تمہاری لٹی ہوئی عزت واپس آجائے، تمہارا فضا میں بکھرا وجود سمٹ آئے، تمہارے آنسو تھم جائیں، تمہارا غم خوشی میں بدل جائے۔ میرے لفظوں میں ایسی تاثیر کہاں جو تمہارے لفظوں میں ہے، میری دعا میں وہ پرواز نہیں جو تمہاری دعا میں ہے، میری آہ میں وہ درد کہاں جو میری بہن تمہاری پکار میں ہے۔ کیونکہ میں نے تمہاری طرح آگ اور خون کا سمندر پار نہیں کیا، میں نے ظالم رافضیوں اور روسیوں کے محاصرے میں شب وروز نہیں گزارے، میں نے اپنے جگر گوشوں کو بھوک سے بلکتے اور زخموں سے تڑپتے نہیں دیکھا۔

فجر کی نماز کے وقت میں نے یہ تصویر دیکھی۔ یا اللہ! جب میں سکون کی نیند سو رہی تھی اُس وقت میری بہنوں پر کیا قیامت گزری۔ ایک شامی بہن نے صحیح کہا کہ " تم لوگ قیامت کا انتظار کرو ہم پر تو حلب میں قیامت آگزری"

میری شامی بہنو! میں خراسان میں تمہارے غم سے ناآشنا نہیں ہوں۔ رحمتہ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ ہم مسلمان، جسدِ واحد کی طرح ہیں اگر ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم درد سے تڑپ اُٹھتا ہے۔ بمباری تم پر ہوئی لیکن واللہِ ہم نے آگ کی تپش کو یہاں محسوس کیا۔ دھواں تمہارے قرب وجوار میں اُٹھا لیکن یہاں ہم بھی سانس نہ لے سکے، لہو تمہارا بہا اور عزتیں تمہاری لُٹیں لیکن ہمارا کلیجہ بھی غم کے مارے پھٹ گیا، ہم پر زندگی بھاری ہو گئی۔ یہاں خراسان میں تمہاری بہنیں تو تمہارے حال پر آنسو بہاتی رہیں لیکن تمہارے طالبان بھائی بھی اِس غم میں تڑپ رہے ہیں۔ میری بہنوں تم نے بھائیوں کو مدد کیلیے پکارا۔ مایوس مت ہو تمہارے بھائی غافل نہیں ہیں۔

میری محترم شامی بہنو! تم پاک ہو، تم عظیم ہو، تمہارا دامن پاکیزہ ہے کسی رافضی، کسی روسی، کسی امریکی کا بڑھتا ہوا ہاتھ تمہیں ناپاک نہیں کر سکتا۔ تم بیٹیاں ہو طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی، مریم ؑ کی۔ تم ہو سنتِ خولہ رضی کو زندہ کرنے والی۔ تم پر سلامتی ہو میری بہنو کہ تم نے وہ قربانی کی تاریخ رقم کی ہے کہ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی۔ برسوں پہلے میری افغانی بہنوں نے عزت دار موت کو گلے لگایا، جب روسیوں کی یلغار انکی عزتوں کی طرف بڑھی تو اِن عظیم بہنوں نے اپنی عزتوں کو بچانے کیلیے پہاڑوں کی چوٹیوں سے زور و شور سے بہتے ہوئے دریائے کابل میں چھلانگیں مار دیں اور موت کو خوشی سے گلے لگایا۔ آج تم نے وہ عظیم قربانی کی یاد تازہ کر دی ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ تم

کس حال میں ہو گی جب تم نے اُن رافضیوں کی منحوس آوازیں اپنے قریب آتے سنیں، ان کے قدموں کی چاپیں تمہارے دل کو روندتی ہو نگیں۔ تمہارا شوہر تو کب کا شہید ہو چکا، تمہارا بھائی شاید رافضیوں نے گرفتار کر لیا ہو گا، تمہارے باپ کے لڑکھڑاتے قدم کیسے اللہ کے دشمنوں کو روکتے۔ پھر تم نے اُس پستول کو تھام لیا جو تم نے دشمنوں سے حفاظت کیلیے رکھی تھی۔ تم نے سوچا کہ آخر میں اتنے کُتوں کا مقابلہ کیسے کروں گی۔ تم روئی، چلائی ہو گی، اپنے مسلمان بھائیوں کو مدد کیلیے پکارا ہو گا۔ یا معتصم! یا معتصم!۔ لیکن تمہیں حقیقت نے جلد آگھیرا کہ اسلام یہاں ناپاک رافضیوں اور روسیوں اور امریکیوں کے محاصرے میں ہے آج اسلام نہتا ہے، آج تم تنہا اِس لشکرِ کفر کے مقابلے میں ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ ملعون ابلیس نے اُن آخری لمحوں میں بھی تمہیں نہ چھوڑا ہو گا۔ یہ خیال دل سے گزرا ہو گا کہ کافروں سے زندگی کی بھیک مانگوں گی، اُن سے کہوں گی کہ میں مجاہدین کے ساتھ نہیں ہوں کہ شاید وہ مجھے معاف کر دیں۔ لیکن تمہاری دینی غیرت نے یہ خیالات جھٹک دیئے۔ تمہاری توحید، تمہارا عقیدہ ، تمہارا ایمان اور عمل تمہارے کام آیا۔ تم نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کیلیے ہجرت کی، جہاد کیا اور پھر تم نے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے موت کو بخوشی گلے لگالیا۔ میری شامی محترم شہید بہن! یہ خودکشی نہیں ہے۔ خودکشی تو بزدلی ہے، اللہ سے مایوسی ہے۔ تم تو ہزاروں مجاہدین سے زیادہ بہادر نکلیں، تم اللہ سے مایوس نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے پُر امید اِس دنیا سے کوچ کر گئی۔ تم اُمتِ مسلمہ کا فخر ہو۔ اللہ سے دعا ہے کہ تمہارا اور تمام مسلمانانِ حلب کا خاتمہ انبیاء، صالحین، صدیقین، شہدا جیسا ہو۔

والسلام۔ تمہاری مجاہدہ بہن اُمِ خراسان

!دیکھنا! حق کو تھامے رہنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنو! اسلام کی چکی گوم رہی ہے، تو جس طرف قرآن کا رخ ہو تم بھی ادھر گھوم جاؤ۔۔۔

سنو! قرآن اور اقتدار عنقریب جدا ہو جائیں گے۔

!خبردار! تم قرآن کا ساتھ نہ چھوڑنا

آئندہ ایسے حکمران ہونگے جو تمھارے بارے میں فیصلے کریں گے۔

اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو وہ تمھیں گمراہ کر ڈالیں گے۔

اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمھیں موت کی گھاٹ اتار دیں گے۔،،

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تب ہم اللہ کے رسول ﷺ! کیا کریں؟

فرمایا؛ وہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کیا،،، وہ لوگ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے (لیکن حق کو نہ چھوڑا)۔،،

(طبرانی)

اسلام اور جاہلیت کا فطری تضاد (ابو جندل الباجوری)

الحمد لله وکفی والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ ۔ امابعد! فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔
قال اللہ تعالی:وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ 44)أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ 50)

ہر شے اپنی ضد کی دشمن ہوتی ہے۔اس کا موجود ہونا اس بات کو لازم ہے کہ اس کی ضد معدوم ہو۔روشنی وہاں نہیں پائی جاسکتی جہاں تاریکی مسلط ہو اس کے پائے جانے کے لیے ضروری ہے کہ اس جگہ سے تاریکی کافور ہو جائے ،یہ عقل اور منطق کے بدیہیات میں سے ہے۔

اسلام بھی ایک مثبت حقیقت ہے اور وہ بھی ایک ضد رکھتا ہے،جس کو اس کی زبان میں جاہلیت ،طاغوت اور باطل وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔اصولی طور پر اسلام وہیں ہو گا جہاں غیر اسلام نہیں ہو گا، جہاں کفر نہیں ہو گا،جہاں شرک نہیں ہو گا،جہاں الحاد نہیں ہو گا،جہاں طاغوت کی پوجا نہیں ہو گی، جہاں جاہلیت کی کارفرمائی نہیں ہو گی۔دونوں کا ایک ساتھ پایا جانا بداہۃً اغلط ورنا ممکن ہے تضاد ان کی عین فطرت میں ہے اور تصادم اس فطرت کا عین مقتضاء ہے جس شخص کی بھی نظر اسلام کے اصل ماخذ کتاب وسنت پر ہو گی وہ یہ ماننے پر مجبور ہو گا کہ اسلام صرف عقائد وعبادات کا نام نہیں بلکہ اس کی وسعتوں میں پوری حیات پنہاں بلکہ ساری کائنات سمائی ہوئی ہے۔وہ ایک جامع دستور اور مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کی جملہ اطراف کو،اس کے عقائد ونظریات کو،اس کے رسوم وعبادات کو،اس کے تمدن اور معاشرتی معاملات کو،غرض سارے ہی انفرادی واجتماعی مسائل کو محیط ہے۔اس کے پاس ایک نظام تمدن اور ایک نظام حکومت ہے۔وہ دنیا میں آیا ہی اس لیے ہے کہ حیات انسان کا پورہ نقشہ اسی کے اصول اور خاکے پر مرتب ہو اور نہ صرف اس کے ہی بتائے ہوئے طریقے پر اللہ کی عبادت کریں بلکہ اس کے دیے ہوئے دستور کے مطابق اپنی پوری پوری زندگی بسر کریں۔گھریلوں معاملات اس نہج پر انجام پائیں جو اس نے بتاہے،لین دین ان حدود کے اندر ہو جو اس نے قائم کی ہیں۔بستیوں اور مملکتوں کا نظام وسیاست وہ ہو جو اس کے آئین میں موجود ہے،حکومت اس طرح کی جائے جس طرح اس کی ہدایات کا تقاضا ہے۔معاملات کے فیصلے ان قوانین کے مطابق کیے جائیں جو اس کتاب میں درج ہیں۔وہاں کٹ جاؤ جہاں وہ کٹ جانے کا حکم دیتا ہو۔الغرض اسلام ہماری پوری زندگی پر حاوی ہے،تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام اور جاہلیت کا فطری تضاد ہر چار طرف کارفرما ہو گا،کوئی سمت ایسی نہ ہو گی جہاں ان میں تصادم اور مسلسل کشمکش نہ ہو۔

نظام جاہلیت کے محکوم مسلمان:

ان چند اصولی مقدمات کے بعد اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اگر شامت اعمال سے کوئی مسلم گروہ کسی جاہلی نظام کا محکوم بن جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے، وہ اس نظام کو کس نگاہ سے دیکھے، اس کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے، تعاون یا عدم تعاون کا، مناسب ہوگا کہ اس مہتم بالشان مسئلے پر غور کرنے سے پہلے ہم نظام جاہلیت یا نظام غیر اسلامی کا مفہوم ذہن میں تازہ کرلیں اور جس وقت ہم کوئی رائے قائم کرنے جارہے ہوں اس وقت یہ حقیقت ہماری نگاہوں کے سامنے اپنی پوری اہمیت کے ساتھ موجود ہو کہ کسی غیر اسلامی نظام میں حکومت وسیاست کی بنیاد وہ نہیں ہوگی جو اسلام نے مقرر کی ہے، حق حاکمیت اللہ تعالی کا تسلیم نہیں ہوگا، منبعِ قانون قرآن وسنت نہیں ہوگی، دیوانی اور فوجداری مقدمات کے قوانین اسلام کے نہیں ہوں گے، آیئنی اور غیر آیئنی امور یعنی حلال وحرام مقرر کرنے کے اصول شریعت محمدی سے بے نیاز ہوں گے، مختلف مسائل زندگی میں ارباب اقتدار کا فیصلہ ہی فیصلہ ہوگا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اس میں مشورہ دینے تک کا بھی کوئی اختیار نہیں ہوگا، حتی کہ خود مسلمانوں کے نجی اور اندرونی معاملات میں بھی انہیں اسلام پر عمل کرنے کی جو آزادی ہوگی وہ حقیقۃً اس بنیاد پر نہیں ہوگی کہ یہ ان کے حقوق ہیں بلکہ اس لیے ہوگی کہ اس نظام جاہلیت نے اپنے مغلوب حریف، اسلام کو ازراہِ شفقت اس حد تک سانس لینے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جس نظام جاہلیت کا ہیولیٰ یہ ہو اس کی صورت کو خواہ کتنا ہی دلکش بنا کر کیوں نہ پیش کیا جائے، ایک مرد مؤمن، مؤمن ہوتے ہوئے اس پر ریجھ جانے کے لیے آخر اپنے آپ کو کتنا فریب دے؟

جس نظام کے اندر دستوریہ، انتظامیہ، اور عدلیہ سارے ہی کلیدی ادارے خدا فراموش انسانوں کے خود ساختہ اصولوں پر قائم ہوں۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک مؤمن کسی بھی جاہل نظام سے سکون قلب کے ساتھ تعاون کر سکے، ایک سانس میں وہ اسلام کا نمائندہ اور علمبردار بھی ہو اور اس کے حریف کا خیمہ بردار بھی۔ یہ ایک ناقابل تصور بات ہے۔ یا کم از کم یہ کہ ایک نادیدنی صورتحال ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ منکر سے رکنا ہی نہیں بلکہ روکنا بھی ایمان کا لازمہ ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (التوبہ 29) اس طرح منکر کی تعریف ہمارے علماء نے یہ کی ہے کہ ہر وہ چیز جس کو شرع رد کردے تو کیا شرع ان سیاسی، معاشرتی، انتظامی، اور عدالتی اصول وضوابط کو رد نہیں کرتی جو کسی بھی نظام جاہلیت میں موجود ہوتے ہیں؟ اگر کسی کا ذہن صرف قتل، زنا، چوری اور جھوٹ جیسے امور ہی کو منکر محسوس کرتا ہے تو اس کی بات ہی اور ہے مگر جو شخص منکر سے مراد وہ لیتا ہے جو واقعۃً ہے تو ان باتوں کو منکر ہی نہیں منکر مبین سمجھنے پر مجبور ہوگا اور وہ کسی سودی معاملے

میں گواہ بنے سے سو بار اللہ کی پناہ مانگے گا تو یقین فرمایئے کہ ایسے منکرات کے اجرا و استحکام میں ساز گاری کرنے سے ہزار بار پناہ چاہیے۔

تعاون کے مختلف مراتب:

جہاں تک اصول تقسیم کا تعلق ہے ہم اختیاری تعلق یعنی فعل تعاون کی دو موٹی قسمیں بنا سکتے ہیں، ایک حکم تشریعی میں تعاون دوسرا اس انسانی دستور کے نفاذ میں تعاون، جاہلیت سے یہ تعاون اساسی وبنیادی نوعیت کا ہے کیوں کہ یہ اس نظام کے قیام وبقا میں براہ راست شرکت ہے جسے آپ اس نظام کی پیشوائی اور علم برداری بھی کہہ سکتے ہیں، اس قسم میں نظام حکومت کے دو بنیادی ادارے شامل ہیں: دستور ساز ادارے اور عدلیہ دوسرا انتظامیہ جو اس دستور اور عدالتی فیصلوں کا قیام یقینی بناتی ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ ان اداروں سے تعلق، تعاون علیٰ الکفر والاثم کی حدود میں شامل تو ہے لیکن اس سب کا حکم یکساں نہیں ہوتا، یہ ناپاک داغ تو موجود سب ہی پیشانیوں پر ہے مگر ان کے مدارج میں فرق بھی ایک مسلم بات ہے، ہر داغ کی ناپاکی یکساں گھناؤنی قرار نہیں دی جا سکتی۔ باقی تفصیل کے لیے اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے خاص کر تکفیر معین کے معاملے میں جو کہ کام ہی اہل علم کا ہے۔

دستور ساز ادارے اور عدلیہ میں شرکت:

کسی نظام حکومت کی اساس جس پر اس کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے اس کا ائین ہے یا پھر وہ قوانین جو اس آئین کی بنیاد پر بنتے ہیں۔ اس لیے ائین سازی اور قانون سازی کے کاموں میں شرکت سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہے، اگر یہ آئین وہ نہیں جو کتاب وسنت میں مسطور ہے بلکہ اس کے خدوخال بالکل ہی جداگانہ ہیں اور وہ ان اساسات اور اقدار کو مانتا ہی نہیں جو اسلام کے فراہم کردہ ہیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس آئین وقانون سے اعلان بے زاری ایمان باللہ کے ابتدائی تقاضوں میں داخل ہے اور اس کی کونسلوں میں بیٹھنا دراصل اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلانا ہے۔ اسلامی نظام حکومت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ پر اٹھتی ہے۔ اب اگر ایک دستور بن رہا ہو جس کی پہلی اینٹ انسانی اقتدار اعلیٰ اور جمہور کی حاکمیت پر رکھی گئی ہو تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ پہلے ہی قدم پر اللہ تعالیٰ سے اعلان بغاوت ہو گیا جس کے بعد کسی مسلمان کا اس دستور کی تدوین وتنفیذ میں ہاتھ بٹانا اللہ جل جلالہ کے ناقابل منازعت حقوق میں گستاخانہ مداخلت ہے، ایسی مداخلت جو ملحدوں، منکروں اور مشرکوں کو ہی زیب دیتی ہے اور جو سب سے بڑا تعاون علی الاثم والعدوان ہے۔ جب غیر الٰہی قوانین کے مطابق فیصلہ کرنا ظلم اور فسق اور کفر کا کام ہے تو اندازہ فرمالیجیے کہ قوانین الٰہی

کے مقابلے میں آئین وقانون بنانے والا کس زمرے میں شمار ہوگا؟اسی طرح ایک اور جگہ ایسے قوانین کو جو خلاف شرع ہوں قوانین جاہلیت فرمایا گیا:أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ:50)اب جو لوگ اس ضابطہ جاہلیت کے خالق ہوں ان کی پوزیشن پر غور کریجیے ظاہر ہے کہ جب یہی آئی سازی اور قانون سازی پورے نظام جاہلیت کی جڑ ہے تو اس کام میں شرکت کرنے والا التعاون علیٰ الاثم کی سب سے بڑی صورت اختیار کرنے والا ہوگا اور اس کی حیثیت دیگر معاونین جاہلیت کے مقابلے میں ہادی، رہنما اور سربراہ کی ہوگی پھر اس کا جرم بھی لازما اس تناسب سے زیادہ خوفناک ہوگا۔

عدلیہ میں شرکت:

جس طرح شریعت کو مسترد کرتے ہوئے اپنی آراء وخواہشات سے قانون سازی کرنے والا اللہ کے حکم واقتدار کو چیلنج کرتا ہے اس طرح قوانین الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے والا اللہ کے ساتھ اعلان بغاوت کرتا ہے۔

طاغوتی عدالتوں میں بیٹھ کر اپنے فیصلے نافذ کرنے والا اسلام سے محبت کا کیونکر دعویٰ کر سکتا ہے جب کہ وہ ایک سراسر باطل مشینری کا اہم پرزہ بھی بنا ہوا ہو۔اگر لشکر اسلام کے ساتھ ہو کر لڑنے والا نام نہاد مجاہد محض اس لیے جہنم رسید ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے مقصد کلمہ حق کی سربلندی نہیں بلکہ قوم کی سربلندی تھی تو اس جنگ باز کے لیے کیسے جنت کے دروازے کھل جائیں گے جو کلمہ حق کی سربلندی کے بجائے قومی سربلندی کے لیے نہیں لڑتا بلکہ ایک طاغوتی اقتدار کا بول بالا کرنے کے لیے لڑتا ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (60)

کھلی بات ہے کہ اس طاغوت سے مراد ابلیس نہیں ہے بلکہ وہ یہودی سردار ہے بالخصوص کعب بن اشرف یا ابوبرزہ اسلمی کاہن (روح المعانی) جو خود ساختہ اصولوں پر لوگوں کے مقدمے طے کیا کرتے تھے حالانکہ اللہ کا قانون ان کے بغل میں موجود تھا۔

پاکستان، اور پاکستانی حکمران اور جرنیل !!!

محب وطن پاکستانیوں کے لئے تلخ حقائق پر مبنی سلسلہ۔ استاد عابد منصور

فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکن لیک: تقسیم ہند سے قبل 30 جون 1947 کو افواج کی تقسیم سے متعلق کونسل کا اجلاس ہوا جس میں پیچ شدہ قائد اعظم نے شرکت کی، اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ اگلے 6 ماہ تک جب دونوں ممالک میں افواج کی تقسیم کا کام مکمل نہیں ہو جاتا اور دونوں حکومتیں اپنی افواج کو تنخواہوں کی ادائیگی کرنے کے قابل نہ ہو جائیں اُس وقت تک فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکن لیک دونوں ممالک کی افواج کے سپریم کمانڈر کے طور پر کام۔ کریں گے۔۔۔۔

ایک آزاد اور خود مختار پاکستان امریکی مفادات کے عین مطابق ہو گا۔ نام نہاد بابائے قوم جناح

پاکستان بنا،،، لیکن قربانیاں دیکر نہیں قربانیاں لیکر انگریز نے اپنے طے شدہ منصوبے کو عملی جامہ پہنایا، انووں نے اپنے 90 سالہ مکر و فریب سے ایک ٹولہ تیار کیا جو آج تک پاک فوج اور سیاست دانوں کی شکل میں ہم پر مسلط ہے اسی فوج اور حکمرانوں نے اس دور میں بھی ہمارے خون کے بدلے ڈالر لئے اور آج تک لے رہے ہیں اور اور ہم ہیں کہ زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے نہیں تھکے۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو موجودہ پاکستان بننے کی مخالفت اس دور میں علماء حق نے کی جو اس دجل و فریب سے واقف تھے لیکن عوام دھوکے میں آئے اور لا الہ الا اللہ کا وہ نعرہ جو شاہ جارج ششم نے جناح کے مسلم لیگ کے ذریعے لوگوں میں پھیلایا وہ دھوکہ تھا آج تک لا الہ الا اللہ کا نظام نافذ نہیں ہوا، کیوں ہم جمہوریت جیسے ذلیل انسانی نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں؟ کیوں ہمارا نعرہ شریعت یا شہادت نہیں؟ کیوں ہمارا نعرہ اسلام یا کفن نہیں؟، کیوں ہم وطن یا کفن پاکستان یا موت جیسے بدبودار قومیت کے نعروں میں ڈوب گئے ہیں؟ ہمیں کیوں سب سے پہلے اسلام کی جگہ سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ اچھا لگتا ہے؟ کیا کفار کی کھینچی ہوئی لائنوں یا سرحدات کے اس پار رہنے والا مسلمان ہمارا بھائی نہیں؟ کیوں پاکستان کے اندر عیسائی، سکھ، ھندو کے بارے ہم بھائی چارے کی باتیں کرتے نہیں تھکتے "لر او بر یو افغان" کا نعرہ وغیرہ وغیرہ ان کفری دجالی جمہوریت کے فریب بھرے نعروں سے خود کو آزاد کر لو ہمارا نعرہ شریعت یا شہادت، اسلام یا کفن اور اللہ کی زمین پر بسنے والا ہر مسلمان جہاں بھی ہمارا بھائی ہے بس یہی ہمارے نعرے ہونے چاہیں اب جاگنے کا وقت آگیا ہے، کوئی عذر قبول نہیں ہو گا،،،،

ہم نے نام نہاد قائد اعظم جناح کا جو قول اوپر لکھا ہے وہ ایم ایس ونکٹار من کی کتاب "دی امریکن رول ان پاکستان" سے لیے گیے ایک اقتباس میں شامل ہے جو 16 پیج سے لیکر 20 تک پر مشتمل ہے، اس میں مزید تفصیل بھی ہے، اس میں یہ تفصیل بھی شامل ہے کہ کس کے لئے کتنے ڈالر مقرر ہوئے پاکستان کے لئے امریکیوں نے کونسے دشمن کا انتخاب کیا اور بہت کچھ،

پاکستان ائیر فورس کی طرف آتے ہیں تو پی اے ایف کو قوم کا سرمایہ افتخار سمجھنے والوں سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، کیونکہ یہ تو وہ ائرفورس ہے جس کی تاریخ اسلام دشمنی سے بھری پڑی ہے، یہ ائیر فورس در حقیقت برطانوی ائیر فورس ہے جس کا صرف نام تبدیل کیا گیا ہے اور وہ بھی 1957 میں،،، اس وقت تک پاک فضائیہ کا نام پاکستان رائل ائیر فورس تھا یعنی پاکستان برطانوی ائیر فورس،،، کوئی شرم ہوتی ہے کوئی حیا ہوتی ہے، لیکن کاش ہوتی تو!۔۔۔

اس پہلے اسی ائیر فورس کا نام رائل ائیر فورس اور بعد میں رائل انڈین ائیر فورس رکھا گیا تھا۔ تقسیم ہندیا فریب آزادی (14 اگست 1947) کے بعد بھی دس سال تک اسی ائیر فورس کے تمام ائیر چیف برطانوی انگریز تھے، اور جو بعد میں آئے وہ ان انگریزوں سے زیادہ برطانیہ اور امریکہ کے وفادار نکلے، اور یہ سلسلہ آج تک اسی طرح جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

<u>پاکستان ائیر فورس کا پہلا ائیر چیف، وائس ایر مارشل ایلن پیری کین:</u>

پاک فضائیہ (برطانوی فضائیہ) کے پہلے سربراہ وائس ایر مارشل ایلن پیری کین 10 نومبر 1898 کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے 1917ء میں انڈین رائل ایر فورس (برطانوی ائیر فورس) میں کمیشن حاصل کیا اور انھوں نے پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں پائلٹ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ خلافت عثمانیہ کے خلاف اہم کردار ادا کیا۔ فریب آزادی پاکستان یا قیام پاکستان کے بعد وہ رائل پاکستان ایر فورس (برطانوی ائیر فورس) کے سربراہ بنے۔ وائس ایر مارشل ایلن پیری کین کی موت 16 مارچ 1987ء کو وقع ہوئی۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری ریفلیکٹڈ گلوری کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

انھوں نے اپنی دور (1917 سے 1949) تک کے وزیرستان اپریشنز میں بھی اہم کردار نبھایا تھا، نام نہاد آزاد ملک پاکستان میں 15 اگست 1947 سے 17 فروری 1949 تک برطانوی حکومت کے لئے جذبہ حب الوطنی کے تحت بہترین خدمات انجام دیں،

جنرل ڈگلس ڈیوڈ گریسی: جنرل ڈگلس گریسی نے 1915 میں فوج میں کمیشن حاصل کیا، انہوں نے دونوں عالمی جنگوں میں حصہ لیا۔ فریب آزادی پاکستان کے بعد وہ پاکستانی فوج کے دوسرے کمانڈر ان چیف مقرر ہوئے۔ جنگ کشمیر کے موقع پر جعلی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح (برطانوی ٹمپلر) نے جنرل گریسی کو کشمیر میں پاکستانی فوج اُتارنے کا حکم دیا جس کی تعمیل کرنے سے جنرل گریسی نے انکار کر دیا۔ جنرل گریسی کے انکار سے نام نہاد قائداعظم پوزیشن واضح ہوتی ہے اور ویسے بھی وہ گورنر تھے جس طرح کسی ملک کے صوبے کا گورنر ہوتا ہے۔ گریسی نے صاف کہا تھا کہ وہ سپریم کمانڈر فیلڈ مارشل آکن لیک کے احکامات کا پابند ہے۔ جنرل گریسی نے سپریم کمانڈر کو صورت حال سے آگاہ کیا جس کے بعد فیلڈ مارشل کلاوُڈ آکن لیک فوری طور پر لاہور آئے اور جناح سے ملاقات کر کے گریسی سے ناراض نہ ہونے کا کہا۔ مگر بعد ازاں جب بھارتی فوج کے کشمیر پر حملوں میں اضافہ ہو گیا تو پاکستانی فوج نے جنرل گریسی کے احکامات کے تحت کشمیر جنگ میں شمولیت اختیار کی ۔جنرل گریسی نے اپنے بھارتی ہم منصب سے شکایت کی، بھارتی فوج کے مظالم سے تنگ آکر مغربی پنجاب کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ جنرل بُوچر نے جنرل گریسی سے معاملے کی تحقیقات کا وعدہ کیا اور جموں کا دورہ کیا جس کے بعد انہوں نے بھارتی فوج کے بریگیڈئیر بکرم سنگھ کو برطرف کر دیا(یاد رہے بکرم سنگھ نے بھی پاکستان اور انڈیا کی مشترکہ فورسز برائے اقوام متحدہ کے کمانڈر کی حیثت سے خدمات انجام دی ہیں اور پاک فوج نے بکرم کی کمانڈ میں خوش اسلوبی سے کام کیا ہے۔ بہر کیف اقوام متحدہ کی مداخلت پر اس جنگ کا اختتام ہوا۔ جنرل گریسی کی شہرت آج بھی جعلی بابائے قوم قائداعظم کے احکامات کی نافرمانی کرنے والے جنرل کے طور پر کی جاتی ہے جو کہ ایک روشن حقیقت ہے، لیکن جناح اپنے جرنیل سے ناراض نہیں ہوئے کیونکہ دونوں کی حیثیت ایک تھی۔ جنرل گریسی 16 جنوری 1951 کو کمانڈر ان چیف کے عہدے سے سُبک دوش ہو گئے۔

<u>ایروائس مارشل سر آرتھر ڈبلیو بی میک ڈونلڈ:</u>

پاکستان کے برطانوی فضائیہ کے چوتھے کمانڈر انچیف ایروائس مارشل سر آرتھر ڈبلیو بی میک ڈونلڈ 14 جون 1903ء کو جنوبی افریقہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد برٹش آرمی میں ڈاکٹر تھے۔ آرتھر میک ڈونلڈ نے 15 مارچ 1924ء کو رائل ایر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور دوسری جنگ عظیم میں شریک ہوئے۔ وزیرستان اپریشن میں دو سال (1935 سے 1937) تک شریک رہے، انھوں نے 20 جون 1955ء سے 22 جولائی 1957ء کے دوران پاک فضائیہ کے چوتھے کمانڈر انچیف کے طور پر خدمات انجام دیں۔ وہ پاک فضائیہ کے آخری انگریز ایماندار اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار کمانڈر انچیف تھے۔ انھی کے دور میں پاکستان رائل ایر فورس کا نام بدل کر پاکستان ایر فورس رکھا گیا، لیکن یاد رہے کہ آج تک اصلیت وہی برطانوی ہے صرف نام

پاک فضائیہ ہے۔ پاکستان میں ہی پاکستانیوں پر 7ہزار فضائی حملے اس کا واضح ثبوت ہے، ایر وائس مارشل آرتھرڈبلیو بی میک ڈونلڈ کا انتقال 26جولائی 1996 کو ہوا۔

وائس ایر مارشل ایلن پیری کین (پندرہ اگست 1947ء تا سترہ فروری 1949ء)

پاک فضائیہ کے پہلے سربراہ وائس ایر مارشل ایلن پیری کین 10 نومبر 1898 کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے 1917ء میں انڈین رائل ایر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور انھوں نے پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں پائلٹ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ رائل پاکستان ایر فورس کے سربراہ بنے۔ وائس ایر مارشل ایلن پیری کین کا انتقال 16 مارچ 1987ء کو ہوا۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری ریفلیکٹڈ گلوری کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

جنرل فرینک میسروی:

جنرل سر فرینک میسروی نے 1913 میں رائل انڈین آرمی میں کمیشن حاصل کیا۔ تقسیم ہند کے وقت متحدہ ہندوستان کی فوج کُل چار لاکھ تھی۔ پاکستان کو اس چار لاکھ فوج میں سے ڈیڑھ لاکھ فوج ملی۔ تقسیم سے قبل 30 جون 1947 کو افواج کی تقسیم سے متعلق کونسل کا اجلاس ہوا جس میں پیچ شدہ قائد اعظم نے شرکت کی، اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ اگلے 6 ماہ تک جب دونوں ممالک میں افواج کی تقسیم کا کام مکمل نہیں ہو جاتا اور دونوں حکومتیں اپنی افواج کو تنخواہوں کی ادائیگی کرنے کے قابل نہ ہو جائیں اُس وقت تک فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکن لیک دونوں ممالک کی افواج کے سپریم کمانڈر کے طور پر کام کریں گے۔ فریب آزادی پاکستان کے بعد فوجی افسران کی کمی جونیئر افسران کو قبل از وقت ترقیاں دے کر پوری کی گئی۔ سر فرینک میسروی کو نئے برطانوی سٹیٹ پاکستان کا پہلا کمانڈر ان چیف مقرر کیا گیا۔ سر فرینک میسروی انتہائی پیشہ ور فوجی تھے، ان کا دور مختصر رہا اور وہ 15 اگست 1947 سے 10 فروری 1948 اس عہدے پر فائز رہے۔ 1947-48 کی پاک بھارت جنگ کے وقت جنرل سر فرینک میسروی چھٹیوں پر تھے اور جنرل ڈگلس ڈیوڈ گریسی پاک افواج کے قائم مقام کمانڈر انچیف تھے۔۔۔۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان:

جنرل گریسی کی رخصت کا وقت آیا تو تیاریاں شروع ہوئیں کہ اس بار کسی سینئر پاکستانی فوجی افسر کو افواج پاکستان (رائل فورسز) کا سربراہ مقرر کیا جانا تھا۔ میجر جنرل افتخار خان کو جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر افواج پاکستان کے پہلے سربراہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہیں امپیریل ڈیفنس کورس کے لیے برطانیہ بھیجے جانے کا فیصلہ کیا گیا، برطانیہ کی وفاداری کا از سر نو حلف بھی وہاں جا کر ہی ہو سکتا تھا۔ ان کے ساتھ پاک فوج کے ایک اور اُبھرتے ہوئے افسر جنرل شیر خان کو بھی

جنرل افتخار کے ہم راہ بھیجے جانے کا فیصلہ ہوا۔ یہ فیصلہ لیاقت علی خان کا تھا، اور ان دونوں نے برطانیہ سے کچھ خاص وفاداری ابھی تک نہیں دکھائی تھی اور دوسری طرف برطانیہ کے لئے سینکڑوں مسلمانوں کا قاتل اور برطانیہ کے نائٹ کمانڈر ایوب کی موجودگی میں نئے نائٹس قابل اعتماد نہ تھے، اور جس جہاز میں جنرل افتخار، ان کی اہلیہ اور بیٹا اور جنرل شیر خان برطانیہ جا رہے تھے وہ، کراچی کے قریب جنگ شاہی کے مقام پر گر کر تباہ ہو گیا اور یہ دونوں جنرل اس حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ یہ کھلم کھلا سازش تھی لیکن یہ واقعہ ان کے تدفین کے ساتھ ہی دفنا دیا گیا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان نے برطانیہ کے آرڈر پر ایوب خان کو پاک فوج کا پہلا پاکستانی کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا۔ برطانیہ کی براہ راست مداخلت کی وجہ لیاقت علی خان نے اس بات کو فراموش کر دیا کہ تقسیم کے وقت جب جنرل ایوب خان کو مہاجرین کی آبادکاری کے لیے سردار عبدالرب نشتر کی معاونت کے لیے مقرر کیا گیا تو سردار عبدالرب نشتر نے جناح کو رپورٹ پیش کی کہ ایوب خان نے اپنی ذمے داریاں پوری نہیں کیں۔ جس پر جناح نے اُس رپورٹ پر تحریر کیا کہ "میں اس فوجی افسر کو جانتا ہوں، یہ پیشہ ورانہ معاملات سے زیادہ سیاست میں دل چسپی رکھتا ہے یہ آئندہ ایک سال تک کسی کمانڈ پوزیشن پر کام نہیں کرے گا"۔

ایک واقعہ تاریخ کے صفحات پر جنرل ایوب کے حوالے سے درج ہے کہ تقسیم ہند کے وقت مشرقی پنجاب سے پاکستان آنے والے مہاجرین سے بھری ٹرین میں موجود مسلمانوں کو اُس وقت کے کرنل ایوب خان کی موجودگی میں ذبح کیا گیا تھا۔ ہجرت کے ابتدائی دنوں میں ہونے والے اس واقعے کے بعد سرحد کے دونوں طرف اس طرح کے واقعات عام ہو گئے تھے۔ ایوب خان قیام پاکستان کے وقت برطانوی کرنل کے عہدے پر فائز تھے، لیکن برطانیہ کی بے مثال وفاداری کے باعث وہ صرف 4 سال کے عرصے میں جنرل کے عہدے تک پہنچ گئے۔ اس پس منظر میں جنرل ایوب خان نے 17 جنوری 1951 کو پہلے پاکستانی کمانڈر ان چیف کی حیثیت سے پاک فوج کی کمان سنبھالی۔ ایوب خان نے رائل ملٹری اکیڈمی سینڈہرسٹ سے 1928 میں کمیشن حاصل کیا۔ بحیثیت کمانڈر ان چیف جنرل محمد ایوب خان کو دوبار توسیع دی گئی۔ وہ پاکستان میں مارشل لا نافذ کرنے والے پہلے جنرل تھے۔ 7 اکتوبر 1958 کو صدر اسکندر مرزا نے ملک میں مارشل لا لگانے کا اعلان کرتے ہوئے جنرل ایوب خان کو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔ ملک کی صدارت اسکندر مرزا کے پاس ہی رہی۔ جنرل ایوب خان پاکستان کے واحد باوردی وزیر اعظم بھی رہے گو کہ یہ عرصہ انتہائی مختصر تھا، انہیں 24 اکتوبر 1958 کو اسکندر مرزا نے ملک کا وزیر اعظم مقرر کیا۔

ایوب خان نے اسی روز بحیثیت وزیر اعظم اپنے عہدے کا حلف اٹھایا اور صرف تین روز بعد جنرل ایوب خان نے صدر اسکندر مرزا سے جبری طور پر استعفیٰ لے لیا اور خود صدر پاکستان کا عہدہ سنبھال لیا۔ جنرل ایوب خان نے لیفٹیننٹ جنرل محمد موسیٰ (برطانوی نائٹ) کو جنرل کے عہدے پر ترقی دیتے ہوئے پاک فوج کا کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا۔ جنرل موسیٰ کو کمانڈر ان چیف مقرر کرنے کے بعد یہ ممکن نہ تھا کہ ایوب خان بھی فور اسٹار جنرل ہی رہتے، صدارت پر قبضے کے ایک سال بعد، 28 اکتوبر 1959 کو جنرل ایوب خان نے فیلڈ مارشل کا عہدہ اختیار کر لیا۔ وہ پاکستان کی فوجی تاریخ کے اب تک کے واحد فیلڈ مارشل ہیں۔ بحیثیت فیلڈ مارشل ایوب خان اب ریٹائر نہیں ہو سکتے تھے، انہوں نے یہ عہدہ سنبھال کر افواج پاکستان پر اپنی گرفت کو مضبوط رکھا۔ ایوب خان کا دور صدارت 1969 تک رہا، ان کے دور صدارت میں 1965 کی پاک بھارت جنگ بھی ہوئی، جو پاکستان کے وزیر خارجہ آصف خواجہ کے حالیہ بیان کے مطابق، پاکستان نے فیک وکٹری اعلان کر کے اپنے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی۔

(اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا !)

(محمد خراسانی۔۔مرکزی ترجمان تحریک طالبان پاکستان)

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!فاعوذ باللہ من الشیطٰن الر□یم ۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔من المومنین ر□ال صدقوا ماعٰھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔

ایک طرف مومنین مجاہدین ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر لڑ رہے ہیں، اللہ کی زمین پر اللہ تعالٰی کی رٹ کو بحال کرنا اور بحال رکھنا ان کا مشن ہے۔یہی لوگ یقاتلون فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں،یہی لوگ بت شکن ہیں،یہی اولاد ابراھیم ہیں،

دوسری طرف برائے نام مسلمان پاکستانی حکمران اور سیکیورٹی ادارے ہیں جو کفر کے فرنٹ لائن میں لڑ رہے ہیں،پاک سرزمین پر ان کا مشن لارڈ میکارلے کے نظریہ اور برطانوی جمہوریت کی رٹ بحال رکھنا ہے یہی لوگ یقاتلون فی سبیل الطاغوت کے مصداق ہیں،یہی لوگ بت فروش ہیں،اولاد نمرود ہیں۔

آگ ہے اولاد ابراھیم ہے نمرود ہے ۔۔۔ شاید کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے۔

ایک طرف مجاہدین کے لئے کامیابی ہے یا غازی ہیں،یا شہید ہیں،اگرچہ ساتھیوں کی جدائی کا دکھ ضرور ہوتا ہے لیکن ہمیں اپنے ساتھیوں کی شہادت پر ہمیشہ فخر محسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ کامیاب ہوجاتے ہیں جیسا کہ:حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:سنو!اسلام کی چکی گھوم رہی ہے،تو جس طرف قرآن کا رخ ہو تم بھی ادھر گھوم جاؤ۔۔۔سنو! قرآن اور اقتدار عنقریب جدا ہوجائیں گے۔خبردار! تم قرآن کا ساتھ نہ چھوڑنا!آئندہ ایسے حکمران ہونگے جو تمہارے بارے میں فیصلے کریں گے۔اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں گمراہ کرڈالیں گے۔اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں موت کی گھاٹ اتار دیں گے۔،،حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تب ہم اللہ کے رسولؐ! کیا کریں؟فرمایا؛وہی جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں نے کیا،،،وہ لوگ آروں سے چیرے گئے،سولیوں پر لٹکائے گئے(لیکن حق کو نہ چھوڑا)۔،،(طبرانی)تو یہی مجاہدین ہیں جو انبیاء اور صحابہ کی تاریخ کو زندہ کرنے والے ہوتے ہیں،ان کا نعرہ ہمیشہ سے ہی فزت ورب الکعبہ ہوتا ہے،یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔دوسری طرف یہ فوج اور حکمران اپنے اوپر مہر نمرود اور فرعون ثبت کر رہے ہیں،جو اسلام سے محبت کی پاداش میں نمرود کی طرح اولاد ابرھیم کو آگ میں ڈالتے ہیں،فرعون کی طرح اللہ

کے نام لیواوں کو سولیوں پر چڑھاتے ہیں، یہی وہ بھیڑئے ہیں جو چند ڈالروں کے عوض مسلمانوں کی عزت آبرو کو پامال کرتے ہیں، لیکن چونکہ یہ لوگ اہل باطل ہیں اسلئے شکست اور ذلت ہی ان کا مقدر ہے انشاء اللہ۔

رواں سال کچھ مجاہدین (طالبان) سمیت سینکڑوں بے گناہ لوگوں کو تختہ دار پر چڑھایا گیا، اور ابھی حال ہی میں چند دنوں کے دوران 22 مجاہدین کو پھانسی کی سزا سنائی گئی، جو حکمرانوں اور فوج کی بوکھلاہٹ اور کمزوی کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ اگر

آپ ماضی قریب میں جھانکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ طالبان نے ان کے سینکڑوں فوجیوں کو گرفتار کیا لیکن ان کی جاں بخشی کی اور انہیں عزت سے رہا کیا، جیسے وزیرستان میں بیت اللہ محسود نے تقریباً 300 اور سوات میں امیر طالبان پاکستان مولانا فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ سمیت دیگر علاقوں کے مجاہدین نے سنکڑوں اہلکاروں کو گرفتاری کے بعد باعزت رہا کیا تھا۔

لیکن حکومت نے مجاہدین کیا، عوام کو بھی نہیں بخشا، اور ڈوب مرنے کا مقام تو یہ ہے جب یہ حکومت اسی فوج کے ہاتھوں اپنی بہن، عافیہ کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کرتی ہے، طالبان کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرتی ہے، سینکڑوں مہمان اور میزبان مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر جیلوں میں ڈالا اور بعض کو کفار کے حوالے کیا، تعلیمی اداروں پر بمباری کی منحوس تاریخ رقم کی جس میں سب سے پہلے باجوڑ کے ایک دینی تعلیمی ادارے پر اور اسکے بعد اسلام آباد میں لال مسجد اور جامعہ حفصہ پر فاسفورس کے بم برسائے اور ہماری عزت مآب بہنوں کو صرف اسلام سے محبت کی پاداش میں شہید، قید اور فروخت کیا۔

اور ان حکمرانوں اور فوج کے دوغلے پن بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں بچے جب انہوں پاکستانی طالبان کے امن جرگہ کے لئے آئے ہوئے طالبان ترجمان حاجی مسلم خان سمت تمام جرگہ ارکین کو گرفتار کر کے غائب کیا، ((((اس بات کی نہ تو دنیا کا کوئی قانون اور نہ ہی کوئی دین اجازت دیگا کہ مذاکرات کار کو گرفتار کیا جائے)))) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ روسی سفیر کو مارنے پر واویلا مچانے والے ہمیشہ کی طرح شیطان بن کر چھپ سادھ لئے بیٹے ہیں، مجاہدین کے خلاف بھونکنے والے اب کہاں ہیں،، ابھی تک کہیں بھی کوئی ایک حرف بھی نہیں بولا کہ حاجی مسلم خان تو مذاکرات کار تھے، سفیر تھے، آخر کس قانون کے تحت گرفتار ہوئے، کس جرم میں انہیں پھانسی سنائی گئی، دراصل پھانسی تو ان کو ہونی چاہئے تھی جنہوں نے دنیا کے تمام قوانین اور مذاہب کی سرحدات کو پار کر کے مسلمانوں سے اتنی غداریاں کی ہیں۔۔۔

پاکستان کا ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور ظلم کی تاریک رات اتنی بھی طویل نہیں ہوگی، انشاءاللہ مجاہدین اپنے ساتھیوں اور مظلوم عوام کے خون کا حساب بہت جلد لیں گے، ان شاءاللہ۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

دمجاهدينودصفونونه دخلقوواپس طاغوت ته دتسليميدلوسبب څه دے؟

(مولوی بہارصاحب حفظہ اللہ)

محترمومسلمانانومهاجرينواوانصارو !لکه څه رنګه چي تاسوته معلومه ده چي دڅه وخت نه خلک دمجاهدينودصفونونه واپس طاغوت ته تسليميږي خپل ايمان اوعقيده دلاسه ورکوي که هغه علماءدي اوکه غير علماءنوددي غټ سبب دجهاداوقتال مقاصدنه پيژندل دي =چي هغه مقاصدبه دالله جل جلاله په توفيق سره مونږلاندي ذکرکړو-مونږچي څومره دداقسمه خلکوخبري اوريدلي دي نودهغوي په نيز دجهادمقاصدڅه پدارنګه دي1-په جهاداوقتال سره سړے مشراواميرجوړيدل 2-قومندان جوړيدل 3-په معاشره کښي شهرت حاصلول 4-مال حاصلول 5- دشوراركن جوړيدل 6-په تحريک اوجماعت کښي دده خبره اورائ خامخا منل کيدل 7-يوصاحب استعداداوباصلاحيت فردده دحسدياشخصي اغراضوپه خاطربے صلاحيته کول وغيره نوکله چي دامقاصدنه حاصيلدل څکه دادجهادمقاصدنه دي نودوي واپس طاغوت ته تسليم شول ۔

اوکه يوکس ډيرمخلص دے نودهغهپه ذهن کښي صرف دايومقصددے چي ټول ملک په يوځل قبضه کول اوپه هغي خپله سلطه اوشريعت قايمول نوداخودجهادپه مقاصدوکښي يومقصد دےاودومره زرنه حاصليږي ۔

نوداکس سوچ وکړي چي داخويومنظم قوت اوفوج دے تراوسه مات نه شوياره داقصه خوګرانه ده نوبس داپه احساس کمتزئ کښي واقع شي اود سوچ انتهاءيئ پدي وشي چي د دي خبري حل بس تسليمدل دي حا لانکه محترمودجهادنورهم ډيرمقاصد دي چي علماؤمختلف تعدادونه ذکرکړي دي مونږبه دهغي نه دالله تعا لی په توفيق سره يونهه 9ذکرکړوبايدچي هرملګرے دادځان سره په ذهن کښي هروخت حاضر وساتي نوان شاءالله په ده به داخپل هجرت اوجهاد دشهاد ت اخري سلګئ پوري بوج نه شي -اوطاغوت ته دتسليميدوسوچ به هم ونه کړي- الله دي ځمونږ حفاظتوکړي ۔(آمين)

مقاصدِ جہاد:

1۔ دجهاد په وجه دطاغوت زور- دبدبه- اوشوکت پداسي طريقه کمزورے کول چي هرمسلمان په خپل کامل شريعت باندي په اسانه عمل کولے شي -اويوکافربغيردويري نه اسلام راوړے شي-قال الله تعالی:وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ (193)

2۔ دجهادپه وجه دالله تعالی په ټوله زمکه ټول شريعت نافذ ول۔ قال الله تعالیٰ:وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ(39انفال)

3ـ كافرجزئي وركولوته مجبورول قال الله - قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (29التوبه)

4ـ دكمزورومددكول قال الله -وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (75النساء)-

5ـ دخپلوشهداؤبدله اخيستل -لكه دحديبي په مقام دڅوارلس سوهصحابه كرامونه دعثمان رضى الله عنه دبدلي په خاطربيعت اخيستل -قال الله تعالى لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (18الفتح)

6ـ دمعاهدي دماتولوسزاوركول- وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ (12التوبه)

7ـ دمسلمانانوددفاع دپاره جهادكول قال الله-وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (190البقره)

8ـ دد شمن نه مقبوضه علاقه خلاصول-قال الله-وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (191البقره)

9ـ كه نوريومقصدهم حاصل نه شي اودايواهم اولوي مقصدحاصل شي نوبس كافي كاده چي هغه دجهادپهوجه ځان په خپل رب باندي بخښل دي كه غازي شےاوكه شهيد په دواړه حالت كي داجرعظيم وعده ده قال الله فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (74النساء)

جہاد کا باب:۔(ص443ج1)

کس طرح نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، اللہ کے راستے میں جہاد کیا کرتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کے لیے ہر حال میں نکلا کرتے تھے، چاہے ہلکے ہوں یا بوجھل، دل چاہے یا نہ چاہے اور تنگی اور فراخی اور سردی اور گرمی ہر زمانہ میں اس کے لیے تیار رہتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا جہاد میں جان لگانے اور مال خرچ کرنے کے لیے ترغیب دینا:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ (شام کی طرف سے بہت سامال لیکر) آرہا ہے۔ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لیے (مدینہ سے) نکلیں؟ شاید اللہ تعالیٰ اس قافلہ کا سارا سامان ہمیں بطور مال غنیمت دے دے۔ ہم نے کہا جی ہاں (ہم نکلنا چاہتے ہیں) چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے چلے اور ہم بھی (آپ کے ساتھ) نکلے۔ جب ہم ایک یا دو دن چل چکے تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: قریش کو تمہارے نکلنے کی خبر ہو گئی ہے (اور وہ تم سے لڑنے کے لیے تیار ہو کر آ گئے ہیں)۔ تو قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، ہمارا تو تجارتی قافلہ سے مقابلہ کا ارادہ تھا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے وہی جواب دیا۔ پھر حضرت مقداد بن عمر نے رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! آپ سے اس موقع پر وہ نہیں کہیں گے جو ایسے موقع پر) موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو ایوب کہتے ہیں کہ (حضرت مقداد کے اس ایمان افروز جواب پر) ہم کو تمنا ہوئی کہ ہم بھی حضرت مقداد جیسا جواب دیتے تو بہت زیادہ مال ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

" جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر جانے کے بارے میں مشورہ لیا جس پر حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے صحابہ سے دوبارہ رائے لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ ﷺ نے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے رائے لی اس

پر ایک انصاری نے کہا: اے جماعت انصار! رسول اللہ ﷺ تم لوگوں سے رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس پر ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! (اگر آپ بدر جانا چاہتے ہیں تو) ہم آپ کو ویسا جواب نہیں دیں گے جیسا جواب موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے دیا تھا کہ (اے موسیٰ!) تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ (یمن کی) بستی برک الغماد تک کا بھی (طویل) سفر کریں تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے (تجارتی قافلہ کے ملک شام سے) آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر آپ ﷺ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالدیں تو ہم ان کو سمندروں میں ڈالدیں گے اور اگر آپ ﷺ اس بات کا حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تم ہم ایسا ضرور کریں گے (اس پر خوش ہوکر) رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (اس قافلہ کے مقابلہ کے لیے چلنے کا) حکم دیا۔

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ روحاء مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا یارسول اللہ! ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ (کفار) بہت ہتھیار لے کر بڑی تعداد میں آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر جیسی بات کہی۔ آپ ﷺ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے کہا یارسول اللہ! آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی! نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے برک الغماد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک جائیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح سے نہیں ہوں گے جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا: **اذهب انت وربک فقاتلا انا هٰهنا قٰعدون ۔**

" آپ جائیں اور آپ کارب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں: **اذھب انت وربک فقاتلا انامعکم متبعون** ۔" آپ بھی جائیں اور آپ کارب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے

ساتھ ہیں"۔ ہو سکتا ہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلہ ابو سفیان کے مقابلہ کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اسے دیکھیں اور اسے کریں اس لیے (ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح کا پورا اختیار ہے) اب آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کر دیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کر لیں اور ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت سعد کے اس جواب پر یہ قرآن نازل ہوا:کما اخر□ک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنين لكار هون۔ "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی"۔ اموی نے اپنی مغازی میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دے دیں اور جو آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہو گا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہو گا۔ اللہ کی قسم ! اگر آپ غمدان کے برک تک چلتے چلتے پہنچ جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں تک جائیں گے اور اس کو ابن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد نے کہا ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کی تصدیق کر چکے ہیں اور گواہی دے چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ کو اس بات پر عہد و پیمان دیا ہے کہ ہم آپ کی ہر بات سنیں گے اور مانیں گے۔ یارسول اللہ ﷺ آپ نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے اسے کر گذریں ہم آپ کے ساتھ ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور آپ سمندر میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کے سامنے سمندر میں گھس جائیں گے ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اگر کل آپ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے دشمن سے لڑیں تو ہمیں یہ بالکل ناگوار نہ ہو گا، ہم بڑے جم کر لڑنے والے ہیں اور بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کل کو اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی ایسا کارنامہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اللہ برکت عطا فرمائے آپ تشریف لے چلیں حضرت سعد کے اس جواب سے رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ کی طبیعت میں اس سے بڑی نشاط پیدا ہوئی۔ پھر آپ نے

فرمایا چلو اور تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان دو جماعتوں (قافلہ ابوسفیان اور لشکر کفار) میں سے ایک جماعت پر (غلبہ دینے) کا وعدہ فرمایا ہے اللہ کی قسم مجھے اس وقت وہ جگہیں نظر آ رہی ہیں جہاں کل یہ کافر (قتل ہو کر) گریں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بسبس رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ دیکھ کہ ابوسفیان کا قافلہ کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ وہ (رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں) واپس آئے اور اس وقت گھر میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی جن بعض عورتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی گھر میں موجود تھیں میں ان کو نہیں جانتا۔ حضرت بسبس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام حالات بتائے۔ رسول اللہ ﷺ نے گھر سے باہر تشریف لا کر (صحابہ رضی اللہ عنھم سے) فرمایا ہم ایک قافلہ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں لہذا جس کی سواری موجود ہے وہ تو اس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ چل پڑے۔ بعض لوگ حاضر ہو کر اجازت لینے لگے کہ ہماری سواریاں مدینہ کے بالائی حصہ میں ہیں ہم وہاں سے سواریاں لے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں" جس کی سواری یہاں موجود ہو وہ ہی ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ چلے اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے۔ اور مشرکین بھی آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک میں کوئی کام نہ کر لوں اس وقت تک تم میں سے کوئی بھی وہ کام نہ کرے۔ چنانچہ مشرکین بالکل قریب آ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو اور ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ واہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس امید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جنت والوں میں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے کھجورے نکال کر کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے، ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے۔ یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ رحمہ اللہ۔

موجودہ طاغوتی نظام۔۔۔حنیف فاروقی صاحب

الحمد لله حمدا كثيرا طيبامباركا فيه ، اما بعد ! فاعوذبالله من الشيطن الرجيم بسم الرحمن الرحيم۔قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (16) ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (الاعراف :17)

" وہ کہنے لگا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے قسم کھاتا ہوں کہ میں ان (کے یعنی آدم اور اولاد آدم کی رہزنی کرنے) کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر (جو کہ دین حق ہے جا کر) بیٹھ جاؤں گا پھر ان پر (ہر چار طرف سے) حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی (یعنی ان کے بہکانے میں کوشش کا کوئی پہلو باقی نہ چھوڑوں گا تاکہ وہ آپ کی عبادت نہ کرنے پائیں) اور (میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں گا، چنانچہ) آپ ان میں سے اکثروں کو (آپ کی نعمتوں کا) احسان ماننے والا نہ پائیں گے "

اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا: قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ (18)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا (اور تو جو اولاد آدم کو بہکانے کو کہتا ہے تو جو تیرا جی چاہے کرلے میں سب سے بے نیاز ہوں نہ کسی کے راہ راست پر آنے سے میرا کوئی فائدہ ہے نہ گمراہ ہونے سے کوئی نقصان) جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے (یعنی ابلیس اور اس کی بات ماننے والوں سے) جہنم کو بھر دوں گا"۔

انسانوں میں سے بعض لوگ تو اللہ تعالی کو جانتے ہوئے شیطان کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ ہمارا الٰہ ہے لیکن اس معرفت اور عقیدے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی حاکمیت اور اقتدار اعلی اور اللہ کے قوانین کے مطابق فیصلے کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے احکامات پر نظر ثانی کرسکتے ہیں اور اللہ کے احکامات کو نافذ کرنے اور نہ کرنے کا فیصلہ کرسکتے ہیں، یا پھر شیطان ان کو اس قدر گمراہ کردیتا ہے کہ وہ سرے سے اللہ کو مانتے ہی نہیں، یہ دو قسم کے لوگ شیطان کے پیروکار ہیں اور جہنم کے مستحق ہوں گے۔

اللہ تعالی نے ابلیس اور اس کی جماعت کو یہ موقع دے دیا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی آزادانہ سعی کرے اور آدم علیہ السلام اور اور ان کی اولاد کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو راہ چاہے اختیار کرلے، دونوں کے لئے آزمائش کے مواقع ہیں اور یہ اللہ تعالی کی مشیت کا تقاضا تھا کہ وہ اس طرح انسان کو آزمائے۔ اس طرح

اس انسان کو اس کائنات کی ایک منفرد اور مکرم مخلوق کا مقام دے دیا تاکہ یہ انسان نہ فرشتہ ہو اور نہ شیطان۔

آئیں ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور میں دنیا کی سطح پر جو طاغوتی نظام چل رہے ہیں وہ کسی بھی شکل میں ہوں مثلاً: کمیونیزم، سوشلزم، اشتراکیت اور سیکولرزم وغیرہ کی شکل میں ان سب نظاموں کے موجد ابلیس لعین ہے یا نہیں؟

شیطان نے اسی دن سے عزم کیا ہے جس دن اللہ تعالی نے اسے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر مردود کیا اور جنت سے نکالا۔ اللہ نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو کرہ ارض پر خلافت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے اور اس کے مقابلے میں شیطان نے قسم کھا کر اپنے پیروکاروں کو نظام حکومت کے لیے ایک ابلیسی پالیسی دے دی اور اس ابلیسی نظام اور پالیسی کے اصول خلافت کے اصولوں کی ضد ہوتے ہیں، اس ابلیسی نظام کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

1۔ **ابیٰ** : اس نے انکار کیا (البقرہ: 34) ابلیسی سیاست کا پہلا بنیادی اصول ہے قانونِ شرعی کی بالادستی سے انکار کرنا اور حکم خداوندی کی نافرمانی کرنا۔

2۔ **واستکبر** : اور اس نے تکبر کیا۔ دوسرا اصول ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، ذاتی بالادستی اور مطلق العنانیت اختیار کرنا۔

3۔**وکان من الکافرین** :اور تھا وہ کافروں میں سے: یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کو ترجیح دینا اور ان کے گروپ میں شامل ہونا۔

4۔**قال ان خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (الاعراف : 12)**

" ابلیس نے کہا میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے" ابلیس کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست عقلیہ یعنی شریعت کے مقابلے میں عقل کی بالادستی اور نیشنلزم یعنی قوم پرستی اور نسل پرستی کا داعی اول ابلیس تھا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ اعلی نسل کی جگہ ادنی نسل والے کو زمین کی خلافت و سیاست کا کام سپرد کیا جائے۔

5۔ **لاقعدن لھم صراطک المستقیم (الاعراف :)**" میں ان کو گمراہ کرنے کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا" یعنی صراط مستقیم سے لوگوں کو برگشتہ کرنا اور دین کے خاتمے کی کوشش کرنا ابلیس کا لائحہ عمل تھا۔

6۔**ھل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لایبلی (طہ : 120)**

" اے آدم علیہ السلام میں آپ کو ہمیشہ زندگی کا درخت اور بادشاہی کا نہ بتاؤں جو پرانی ہونے والی نہیں ہے" یعنی دھوکا دینا، اقتدار کی بھوک پیدا کرنا اور باطل کو حق کی شکل میں پیش کرنا ابلیس کی پالیسی ہے۔

7۔**ان ھٰذاعدولک ولزوجک (طہ 117)** "بیشک یہ ابلیس آپ کا اور آپ کی بیوی کا دشمن ہے" یعنی انسانیت کے ساتھ مستقل طور پر عداوت رکھنا اور اس کو تباہ کرنے کی کوشش کرنا اس کا طریقہ کار ہے۔

8۔**ینزع عنھما لباسھمالیریھماسوآتھما (الاعراف : 17)** "ان سے ان کے کپڑے اتروائے تاکہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھلائے"۔یعنی بے پردگی اور عریانی کی اشاعت کرنا ابلیسی نظام کی پسندیدہ پالیسی ہوتی ہے۔

یہ ہیں وہ ابلیسی اصول جن پر ہر دور کے ابلیس اور طاغوتی نظام کے علمبردار عمل پیرا رہے ہیں لیکن ان کے مقابلے میں اسلامی اصولوں کے علمبردار اور تابعدار بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں اور وقت موعود تک موجود رہیں گے۔

میں ایک پاکستانی ہوں (منصور یوسفزئی)

میں ایک پاکستانی ہوں، پیدائشی مسلمان ہوں، نماز، روزہ، زکوۃ اور وقت پر حاجی بھی ہوں، قرآن بھی میں اسلامی نظام کی بجائے ایک خود ساختہ قانون کے زیر سایہ جی رہا ہوں، میری زندگی پڑھتا ہوں، لیکن، اگرچہ میرا سب سے بڑا دشمن انڈیا، امریکہ، اسرائیل پر قرآن نہیں بلکہ فلموں، ڈراموں، اور میڈیا کا اثر ہے، وغیرہ ہیں، پتہ نہیں کیوں پھر بھی میں ان کا سب سے اچھا پڑوسی، دوست اور اتحادی ہوں، تب ہی تو میرا ہیرو محمد علی جناح میرا قائد ہے لیکن محمد عربی ﷺ کو بھول گیا ہوں،: وہ ہوتا ہے جسے امریکہ ہیرو کہے، مثلاً پاکستان کے کفری نظام کے لئے اور ریمنڈ ڈیوس جیسے اپنے بھائیوں کے قاتلوں کے تحفظ میں مرنے والا شہید ہے اور اپنے جسم سے بارود باندھ کر محمد عربی ﷺ کا نظام اس ملک میں چاہنے والا خودکش اور دہشت گرد ہے۔ سلمان تاثیر میرے نزدیک شہید انسانیت ہے اگرچہ گستاخ رسول تھا اور ممتاز قادری مجرم، ہاں میں ایک پاکستانی مسلمان ہوں،

اس لئے میں امریکہ کا اہم اتحادی ہوں، وہ روز میرے پاس آتے ہیں،

وہ مجھے شاباس دیتے نہیں تھکتے،

میری ان سے وفا کا کیا کہنا، میں نے اپنی بہن عافیہ کو خود زنجیروں میں باندھ کر ان کے حوالے کیا اور انہوں نے جہاز میں اڑتے ہی ان کے کپڑے میری طرف پھینکے تھے، لال مسجد اور جامعہ حفصہ تو آپ کو یاد ہی میں نے ایک ملک کا سفیر بھی پکڑ کر ان کے حوالے کیا، میں نے اسامہ بن لادن جیسے اسلام پسند کو ان ہو گا، کو ڈالروں کے بدلے فروخت کیا، اور مختلف ملکوں کے دہشت گرد مجاہدین تو ویسے بھی میرے دشمن تھے اس لئے ان کو پکڑ کر امریکہ سے ان کے بدلے بھاری قیمت وصول کی میں نے انکی خاطر 13 ہزار اپریشن کئے اور 21 ہزار اپنے بھائیوں کو گرفتار کیا،

میں جانتا ہوں کہ امریکہ ہی سب سے بڑا دہشت گرد ہے پھر بھی میں نے بحیثیت ایک مسلمان 6 ہزار فضائی حملے اپنے ہی ملک میں انکی خاطر قبائلی عوام پر کئے، وہ میرے فوجی بھائیوں کی مزارات پر پھول چڑھانے بھی آتے ہیں، میں ان کے یادگاروں پر پھول چڑھانے جاتا ہوں، میں عزت کے ساتھ سر اٹھا کر جینا چاہتا ہوں اور موت شہادت کو پسند کرتا ہوں اس لئے امریکہ جی کو ناراض نہیں کر سکتا کیونکہ میں جو بھی ہوں بس اتنا جانتا ہوں کہ میں ایک پاکستانی مسلمان ہوں ایک ایٹمی قوت بھی ہوں،

سلف صالحین اور علماء کے اخلاص کے واقعات:

شیخ گل محمد حفظہ اللہ

اب ہم سلف صالحین کے کچھ واقعات بیان کرتے ہیں اس لیے کہ ان واقعات میں نجات اور فقاہت ہے اور یہ واقعات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دل مضبوط کرتا ہے، اور ان واقعات کے سننے سے بندے کی ہمت اور ارادے مضبوط اور بلند ہوجاتے ہیں۔ ان سے اچھے اخلاق سیکھے جاتے ہیں اور انسان میں اخلاص پیدا ہوجاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ علماء کے واقعات اور ان کی اچھی صفات بیان کرنا مجھے فقاہت سے زیادہ محبوب ہے، اس لیے کہ یہ مسلمان قوم کے آداب اور اخلاق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَة لِأُولِی الْأَلْبَابِ(سورة يوسف111) " بیشک ان کے بیان میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے" اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو فرماتا ہے: أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (سورة الانعام ٩٠) " یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس ان کی ہدایت کی پیروی کرو"

جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحکایات□نذّ من□نود الله عزّ و□لّ يُقوّی بها ايمان المريدين ،یعنی یہ واقعات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اس سے اللہ تعالیٰ مریدوں، شاگردوں اور حق کی طلب کرنے والوں کا ایمان مظبوط کرتا ہے، کسی نے ان سے کہا کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ، (سورة هود ١٢٠)"اور ا(اے پیغمبر) گزشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمہیں سنارہے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں۔ اور ان واقعات کے ضمن میں تمہارے پاس جو بات آئی ہے وہ خود بھی حق ہے اور تمام مومنوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی بھی ہے"۔ اگرچہ یہ واقعات انسان کو عجیب سے لگتے ہیں اور پچھلے علماء کے واقعات جب بندہ دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بڑا پر تقصیر اور اور گناہ گار سمجھتا ہے۔

تجارت میں اخلاص:

امام بخاریؒ کے ایک واقعہ میں آتا ہے کہ ایک بار ان کے پاس تجارت کا سامان آگیا، تاجر جمع ہوگئے اور پانچ ہزار روپے دینے پر راضی ہوگئے، امام بخاریؒ نے فرمایا: آج چلے جاؤ، اگلے روز پھر سے تاجر جمع ہوگئے اور دس ہزار روپے دینے پر راضی ہوگئے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ میں نے رات کو یہ ارادہ کیا تھا کہ

میں پہلے والے لوگوں کو دوں گا، اپنی نیت اور ارادہ تبدیل نہیں کر سکتا۔ تو امام بخاریؒ نے تقویٰ اور احتیاط کی وجہ سے دس ہزار روپے منافع کو چھوڑ کر پانچ ہزار روپے منافع قبول کیا اور اپنی نیت کو تبدیل نہیں کیا (ایقاظ اولی الھمم العالیہ: ص 141) امام بخاریؒ نے ان کے ساتھ کوئی وعدہ بھی نہیں کیا تھا، آجکل تھوڑے سے منافع اور لالچ کی خاطر وعدہ کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

علم میں اخلاص:۔

ابن محیریزؒ کپڑا لینے کی نیت سے ایک دکان پر گئے (رجاء بن حیوہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی بقا زمین والوں کے لیے امن ہے) ایک آدمی نے اس دکاندار سے کہا کہ: " هذا ابن محيريز فاحسن بيعه " یہ ابن محیریز ہیں سوستے داموں پہ کپڑا دے دینا یعنی ان کا لحاظ کرو، یہ سن کر ابن محیریزؒ غصہ ہو گئے اور کہا: انما نشتری باموالنا – لسنا نشتری بدیننا۔ ہم چیزیں مال سے خریدتے ہیں دین سے نہیں، دکان سے سامان خریدے بغیر واپس ہو گئے۔

جیسے آج کل کوئی دکان پر جائے اور کہے کہ میں عالم ہوں، مجاہد ہوں تبلیغی ہوں۔ سوا پنے علم، تبلیغ اور جہاد کو دنیا کی کمائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے اس لیے کہ اس سے نیت خراب ہو جاتی ہے اور علم، تبلیغ اور جہاد کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، دکاندار تیرا کچھ لحاظ تو کرے گا لیکن ثواب سے محروم ہو جاؤ گے۔ محمد بن یوسف الاصبھانی جنھیں "عروس الزھاد" کہا جاتا ہے، یہ ہمیشہ ایک ہی نان بائی سے روٹی نہیں خریدتے تھے اور کہتے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مجھے جان لے اور میرا لحاظ کرے تو میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں گا جو دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

قرآن کی تعلیم میں اخلاص:

حمزہ بن حبیبؒ جو تبع تابعی ہے اور امام القراء بھی کہلاتے ہیں ایک دن بہت زیادہ گرمی تھی ایک شاگرد نے انھیں پانی لا کر دیا انہوں نے وہ پانی یہ کہہ کر نہیں پیا کہ: ,,انا لا آخذ □رًا علی القرآن ار□و بذالک الفردوس۔ یعنی شاگرد کو انہوں نے کہا کہ تجھے میں نے قرآن سکھایا ہے لیکن اس کا بدلہ میں تجھ سے نہیں چاہتا میں اس کے بدلے جنت چاہتا ہوں (حاشیہ شرح نخبة الفکر: ص 51)

تو احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے انہوں نے شاگرد کے ہاتھ کا پانی بھی نہیں پیا کہ کہیں میری نیت خراب نہ ہو جائے، آج کل لوگ شاگردوں سے کتنی خدمتیں لے رہے ہیں۔۔۔؟

منکر اور خلاف شرع کام کے رد میں اخلاص اور صحیح نیت:

ابوالحسن النوریؒ ایک بار ایک کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں شراب تھی توانہوں نے پوچھا: ماهذا ولِمن هذا۔ یہ کیا اور کس کا ہے؟ کشتی کے مالک نے کہا یہ معتضد بادشاہ کی شراب ہے، تو اس عالم نے وہ سارے برتن توڑ دیئے سوائے ایک کے، کشتی مالک نے آواز دی تو پولیس آئی اور ابوالحسن کو گرفتار کر کے معتضد بادشاہ کے سامنے لے گئی، بادشاہ نے کہا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں محتسب ہوں، بادشاہ نے کہا کس نے تجھے محتسب بنایا ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! مجھے اس ذات نے محتسب بنایا ہے جس نے تجھے خلافت دی ہے اور تجھے بادشاہ بنایا ہے، بادشاہ نے سر نیچے کیا پھر اٹھایا اور کہا یہ کام تم نے کیوں کیا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ تم پر شفقت کی وجہ سے کہ کہیں تم ہلاک نہ ہو جاؤ، بادشاہ نے پھر سر نیچے کیا اور پھر اٹھایا اور کہا کہ ایک برتن تم نے کیوں چھوڑا؟ اس عالم نے کہا یہ برتن میں اللہ کی رضا کے لیے توڑ رہا تھا مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں تھی، جب اس کی باری آئی تو میرے دل میں تکبر آیا کہ میں نے اتنے بڑے بادشاہ کے برتن توڑ دئے تو میری نیت اور اخلاص میں فرق آیا اسی لیے میں نے ایک برتن چھوڑ دیا، بادشاہ نے کہا تم آزاد ہو، جتنے منکرات اور شریعت کے خلاف کام ہیں تم بند کر سکتے ہو، اس عالم نے کہا اب میں یہ کام نہیں کر سکتا اس لیے کہ میری نیت میں فرق آیا، بادشاہ نے کہا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا سکتے ہو، انہوں نے کہا کہ میری ضرورت یہ ہے کہ آپ کے پاس سے صحیح سلامت نکلوں، پھر یہ عالم چلے گئے اور بصرہ میں خفیہ رہ رہے تھے کہ کوئی مجھے بادشاہ کے پاس سفارش کے لیے نہ لے جائے، جب معتضد بادشاہ وفات ہو گئے تو یہ واپس بغداد آ گئے (ايقاظ اولى الهمم العاليه ص ٢٨١) اس واقع میں سوچنا چاہیے اس میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

دینداری میں اخلاص اور صحیح نیت:

سری سقطیؒ اس بات کا بہت اہتمام کرتے تھے کہ دین کے کام میں دنیا کا کوئی شائبہ نہ ہو اسی لیے وہ اپنے معتقدین سے کسی قسم کا تحفہ قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک بار انہیں زکام کی شکایت تھی تو ان کے عقیدت مندوں میں سے کسی نے اپنے بیٹے کے ہاتھ ان کو زکام کی گولی بھیجی، تو سری سقطیؒ نے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے، اس بچے نے کہا کہ مجھے میرے والد نے اس کی کوئی قیمت نہیں بتائی، انہوں نے کہا کہ اپنے والد کو میرا اسلام کہو اور سلام کے بعد ان کو کہو کہ پچاس سال سے ہم لوگوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ مت بناؤ اب ہم خود دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ کیسے بنائے (حلية ج ١٠ ص 117 بحواله□هان ديده ص ٢٨)

نماز میں اخلاص:

عبداللہ بن مبارکؒ کے سفر کے ساتھی محمد بن اعین کہتے ہیں کہ ایک رات ہم روم کے غزا میں تھے تو عبداللہ بن مبارکؒ نے لیٹ کر مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا وہ سو رہے ہیں، میں بھی نیزا سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا، وہ سمجھے کہ میں سو گیا تو وہ تہجد کی نماز پڑھنے لگے اور صبح طلوع ہونے تک نماز پڑتے رہے، جب صبح طلوع ہوئی تو انہوں نے مجھے اٹھایا، میں نے کہا کہ میں تو سویا نہیں ہوں، اس پر وہ ناراض ہو گئے کیوں کہ میں نے ان کا عمل دیکھا۔ وہ اپنے عمل کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے تھے تا کہ اس میں ریا نہ آنے پائے۔ آج کل تو پہلے رات کی نماز نہیں ہے اور اگر ہے تو اس میں ریا کے احتمالات بہت ہیں، بعض لوگ رات کو نماز پڑھتے ہیں اور پھر لوگوں کو کہانیاں سنا رہے ہوتے ہیں، کہ اس طرف فائرنگ ہو رہی تھی، کتے بھونک رہے تھے وغیرہ۔

صدقہ میں اخلاص:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالی اپنے سائے میں جگہ دیں گے اس دن جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک وہ آدمی ہے کہ اتنے خفیہ طریقے سے صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے۔

زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ رات کو روٹیوں کا بنڈل پشت پر گھماتے تھے اور اسے صدقہ کرتے تھے، جب یہ وفات ہو گئے تو لوگوں کو پتہ چلا کہ مدینہ والوں کا خرچہ یہی دیتے تھے اور جب وفات ہو گئے تو ان کی کمر پر نشانات باقی تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ بار بار طرسوس آتے اور آکر رقہ میں قیام فرماتے، ایک جوان ان کے پاس آکر ان کی خدمت کرتے اور ان سے احادیث سنتے، ایک بار عبداللہ بن مبارکؒ تشریف لائے لیکن اس جوان سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی اور تشکیل میں چلے گئے، جب واپس ہو گئے تو اس جوان کے متعلق کسی سے دریافت کیا، کسی نے کہا کہ اس پر تو دس ہزار درہم قرضہ ہے جس کی وجہ سے وہ قید میں ہے، عبداللہ بن مبارکؒ نے اس شخص کو دس ہزار درہم دیے اور قسم دلائی کہ کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ عبداللہ بن مبارکؒ چلے گئے ،راستے میں اس جوان سے ملاقات ہوئی، پوچھا: نظر نہیں آرہا تھا کہاں گیا تھا؟ اس جوان نے ساری کہانی سنائی کہ میرے اوپر قرضہ تھا اس میں گرفتار تھا، عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کیسے رہا ہو گئے؟ اس نے کہا کہ ایک آدمی آگیا اور میرا قرضہ دیکر چلا گیا لیکن مجھے پتا نہیں کہ کون ہے،

عبد اللہ بن مبارکؒ نے کہا اللہ کا شکر ادا کرو، اس جوان کو پتا ہی نہیں تھا کہ میرا قرضہ کس نے ادا کیا، جب عبد اللہ بن مبارکؒ وفات ہوگئے تو انہیں پتا چل گیا۔

امیر محترم مولانا فضل اللہ خراسانی حفظہ اللہ کے بیان سے اقتباس

محترم بھائیو! اگر یہ قوم سوچیں اور فکر کریں تو فوج کا کردار اس سے بھی برتر ہے یہ جو خفیہ اور ظاہر مظالم انہوں نے ڈھائے تاریخ میں ہمیں اس کی مثال نہیں ملتی، ایسی قوم جس نے اپنے خون پسینے سے فوج کو پالا ہو اور پھر اس کا نعرہ بھی اسلام اور شریعت ہو اور اس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہو جس پر پوری دنیا گواہ ہو، اگر ہم سرکاری مفتیوں اور درباری مولویوں سے پوچھیں، کہ کیا ایسی ریگولر فوج کا تصور اسلام میں ہے؟ جو قوم کے خون پر پلی ہو اور قوم کے ساتھ اس کا یہ سلوک ہو، ہم نے بار بار اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ ہماری فوج نہیں، یہ ہمیں میراث میں ملی ہے، یہ کھاتی ہمارا ہے اور اور کام انگریز کا کرتی ہے، یہ اس میکالے کے طاغوتی اور شیطانی، اور جمہوری قانون کے دفاع کے لیے ہے، یہ اسلام کی خیر خواہی کے لیے نہیں ہے، اسلام کے دفاع کے لیے نہیں ہے، یہ اس قوم کے مال، جان، عقل اور نسب کے تحفظ کے لیے نہیں ہے یہ اجرتی قاتل ہے، یہ کرائے کی فوج ہے، اس کو اپنے آقا کی جانب سے جو بھی آرڈر ملتا ہے یہ اسی پر عمل کرتی ہے، چاہے مساجد و مدارس کو شہید کرنا ہو یا منبر و محراب، ڈاڑھی اور پگڑی کو شہید کرنا ہو، یا علمائے کرام کو شہید کرنا ہو یا ان مجاہدین کو شہید کرنا ہو جو ایجنسیوں سے آزاد جہاد کرتے ہیں، جن کا جہاد صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہو، یا ان کے سہولت کاروں اور معاونین کو شہید کرنا ہو، جتنے بھی شعائر اللہ ہیں ان کی برسر عام بے حرمتی کرنی ہو، میں حیران ہوں کہ ایسی فوج کونسے دین میں ہے۔ قانون انگریزی، شہداء انگریزی، جہاد انگریزی، پیشاب انگریزی، خوراک انگریزی، صورت انگریزی، ان کی عورتیں انگریزی، بچے انگریزی، اٹھنا بیٹھنا انگریزی اور فیصلے انگریزی کون سی چیز ان میں اسلامی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمیں ذرا بتائے کوئی،

روزہ میں اخلاص:

صاحب ہدایہ جب ہدایہ لکھ رہے تھے تو تیرہ سال خفیہ طور پر روزے سے رہے۔

عمرو بن قیسؒ بیس سال روزے سے تھے لیکن ان کے گھر والوں کو پتا نہیں تھا، اپنے ساتھ دوپہر کا کھانا لے کر دکان جاتے اور کھانا راستے میں صدقہ کر کے روزہ رکھتے اور گھر والوں کو پتا بھی نہیں ہوتا تھا۔

داود بن ابو الہند چالیس سال روزہ سے تھے اور کسی کو پتا بھی نہیں تھا، وہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، اپنے ساتھ خوراک لے کر راستے میں صدقہ کرتے اور شام کو گھر آکر روزہ کھولتے، بازار والے سمجھتے کہ انہوں نے گھر پر کھانا کھایا ہوگا اور گھر والے سمجھتے کہ انہوں نے بازار میں کھانا کھایا ہوگا۔

ذکر اور تلاوت قرآن میں اخلاص:

ابراہیم النخعیؒ تلاوت کرتے جب دیکھتے کہ کوئی آرہا ہے تو قرآن چھپاتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد ابو بکر مروزیؒ کہتے ہیں کہ میں چار مہینے امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ تھا وہ رات کو نمازیں اور دن کو تلاوت نہیں چھوڑتے تھے لیکن مجھے ان کے ایک ختم قرآن کا بھی پتا نہیں چلا، وہ ختم قرآن خفیہ طور پر کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک چیز چاہتا ہوں جو مجھے حاصل نہیں ہو رہی وہ یہ ہے کہ ایک ایسی جگہ ہو جہاں کوئی بھی نہ ہو، یعنی خلوت کبھی کبھار صحریٰ جا کر یہ شعر پڑھتے:

واخرج من بين البيوت لعلّني   احدّث عنک القلب بالسرخاليا

ایک مرتبہ خراسان سے ایک آدمی نے آکر ان سے کہا، الحمد للہ کہ آپ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ بیٹھیے! یہ کونسی بات ہے؟ میں کون ہوں۔ یہ ان کی تواضع اور خاکساری تھی۔

رونے میں اخلاص:

شیخ الاسلام محمد بن اسلم الطوسیؒ کمرہ میں جا کر دروازہ بند کرتے اور پانی کا لوٹا ساتھ لے کر تلاوت کرتے اور روتے جب نکلتے تو چہرہ دھو کر نکلتے تاکہ رونے کے اثرات ان کے چہرے پر باقی نہ رہیں، یعنی اپنے رونے کو خفیہ رکھتے تاکہ ان کا اخلاص خراب نہ ہو اور اس میں ریا نہ آئے۔

محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ صف میں کھڑے ہوتے اور ان کے آنسو بہہ رہے ہوتے اور ان کے پہلوں میں کھڑے شخص کو بھی پتا نہیں چلتا تھا۔

علم میں اخلاص:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: وددت ان الخلق تعلموا هذا على ان لايُنسَب اليّ حرف منه۔ یعنی میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مجھ سے علم سیکھیں اور میری طرف ایک حرف بھی منسوب نہ ہو۔ آج کل بعض

لوگ دین کا کام بھی کرتے ہیں لیکن شہرت کی خواہش بھی ہوتی ہے اور ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ کام میری طرف منسوب ہو اور لوگ میرا تذکرہ کریں اور میری تعریفیں کریں۔

امام ابو الحسن الماوردیؒ جو شوافع کے بڑے عالم ہیں، ان کی زندگی میں ان کی تصانیف منظر عام پر نہیں آئی تھیں، انہوں اپنی تصانیف اور کتابیں ایک جگہ جمع کی تھیں اور یہ دوست کو کہا تھا کہ فلاں جگہ جو کتابیں پڑی ہیں وہ ساری میری ہیں لیکن میں نے کسی کو نہیں دکھائیں کیوں کہ مجھے اپنی نیت اور اخلاص کا پتا نہیں ہے، جب میری موت کا وقت قریب آجائے تو تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھو اگر میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر دبایا تو تم سمجھو کہ میری کتابوں میں ایک بھی قبول نہیں ہوئی ہے اس لیے وہ ساری کتابیں دریائے دجلہ میں پھینکو اور اگر میں نے تمہارا ہاتھ نہیں پکڑا اور اپنا ہاتھ کھول دیا تو تم سمجھو کہ وہ کتابیں اللہ کے دربار میں قبول ہوئی ہیں، وہ شخص کہتا ہے کہ جب اس عالم کی موت قریب ہوئی تو میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھول دیا اور میرا ہاتھ نہیں پکڑا، میں سمجھ گیا کہ ان کی کتابیں اللہ کے دربار میں قبول ہوئی ہیں، اس کے بعد میں نے ان کی کتابیں لوگوں کو دکھائیں اور شائع کیں۔ یہ عالم دین اپنی نیت اور اخلاص پر اتنی گہری نظر رکھتے تھے کہ اپنی زندگی میں اپنی کتابیں شائع نہیں کیں اس خوف سے کہ کہیں ان کی نیت میں فرق نہ آئے۔

جہاد میں اخلاص:

عبد اللہ بن مبارکؒ ایک مرتبہ رومیوں کے مقابلے میں جہاد کر رہے تھے جب مسلمانوں اور رومیوں کی صفیں آمنے سامنے ہو گئیں تو رومیوں میں سے ایک شخص نکلا اور مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا، اس پر ایک مسلمان اس کے مقابلے کے نکلا تو اس رومی نے اس پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا، اس طرح اس نے چھ مسلمانوں کو یکے بعد دیگرے شہید کیا، اس کے بعد یہ انگریز بڑے متکبرانہ انداز سے دونوں صفوں کے بیچ میں گھوم رہا تھا اور مسلمانوں کو للکار رہا تھا لیکن مقابلے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا، تو عبد اللہ بن مبارکؒ نے خود ہی مقابلے کے لیے نکل کر اس انگریز کو واصل جہنم کیا، اسی طرح انہوں نے چھ انگریزوں کو قتل کیا، اس کے بعد رومیوں سے مقابلہ کا مطالبہ کیا لیکن مقابلے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا تو عبد اللہ بن مبارکؒ سائیڈ پر ہو گئے چونکہ نقاب پوش تھے اس لیے کسی نے ان کو نہیں پہچانا، اس نے مجھے کہا کہ میری زندگی میں یہ بات کسی کو

نہیں بتانا یعنی میرے اس کارنامے کو خفیہ رکھو اس لیے ان کی زندگی میں، میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی ۔عبداللہ بن مبارکؒ نے اتنی بڑی قربانی خفیہ رکھی تاکے اس میں ریا نہ آئے۔ یہ واقعہ کئی علمائے کرام نے نقل کیا ہے لیکن الفاظ میں تھوڑا فرق ہے، ہم نے مشارع الاشواق سے نقل کیا۔(ج: 2ص64)

مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے میں اخلاص:

طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو اندھیرے میں عمر رضی اللہ عنہ نکلے اور ایک گھر میں داخل ہوئے، صبح کو میں اس گھر میں چلا گیا تو اس میں ایک لنگڑی بوڑی عورت تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ یہ شخص کیسے تیرے پاس آتا ہے؟ اس نے کہا عرصہ ہوا یہ آدمی میرے پاس آتا ہے اور میرے گھر کی صفائی اور خدمت کرکے چلا جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس بوڑھی عورت کی خدمت رات کو اس لیے کرتے تھے کہ ان کے اس عمل میں ریا نہ آئے۔

اپنے آپ کو شہرت سے بچانا:

سلف صالحین گمنامی کو پسند اور شہرت سے اپنے آپ کو بچاتے تھے، اس لیے کہ شہرت بھی کبھی کبھار اخلاص کے خاتمے اور ریا کا سبب بنتی ہے۔ احادیث میں بھی گمنامی کی تعریف اور شہرت کی مذمت بیان کی گئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بحسب امرء من الشر ان یشار الیه بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمه الله ۔(رواه البیهقی فی شعب الایمان , مشکوة ص455 باب الریاء و السمعة) "آدمی کے لیے یہ شر کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے دین یا دنیا میں مگر جسے اللہ تعالیٰ بچائے" غرضیکہ شہرت بڑا فتنہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ " بیشک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں اور پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے جو گمنام ہوتے ہیں (یعنی غیر مشہور ہوتے ہیں) وہ لوگ کہ جب غائب ہو جائیں تو ان کو تلاش نہ کیا جائے اور جب حاضر ہوں تو انہیں نہ پکارا جائے اور ان کو قریب نہ کیا جائے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں، یہ ہر اندھیرے سے نکلیں گے، یعنی ہر مشکل اور مصیبت سے بچیں گے((ابن ما□ه والبیهقی مشکوة ص455)

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ اس آدمی میں صداقت اور اخلاص نہیں ہوتا جو شہرت کو پسند کرتا ہے۔

علاء بن زیادؒ(یہ وہ ہستی ہے کہ حسن بصریؒ بھی ان کی تعریف کیا کرتے تھے) سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا، انہوں کہا کیا شیطان کو ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا کہ اس کا مذاق اڑاتا۔ آج کل کسی کو ایسا خواب بیان کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو بڑا ولی اللہ اور بزرگ سمجھتا ہے۔

ابراہیم النخعیؒ جو بڑے امام اور فقیہ ہیں شہرت سے اپنے آپ کو اتنا بچاتے تھے کہ مسجد میں ستون کے قریب نہیں بیٹھے تھے اور کہتے تھے کہ میں ضرورت کی وجہ سے باتیں کرتا ہوں اگر ضرورت نہ ہوتی تو میں باتیں نہ کرتا۔ ان میں اتنی عاجزی اور خاکساری تھی کہ خود کو باتیں کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ وہ زمانہ جس میں لوگ مجھے فقیہ کہتے ہیں بڑا برا زمانہ ہے۔ یعنی وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجتے تھے کہ لوگ اس کو عالم اور فقیہ کہے۔

عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے سفیان ثوریؒ نے کہا (ایّاک و الشھرة) "اپنے آپ کو شہرت سے بچاؤ"۔ اس لیے کہ میں جس کسی کے پاس گیا ہوں اس نے مجھے شہرت حاصل کرنے سے منع کیا ہے۔

ایک بار سفیان ثوریؒ کے درس میں بہت سے شاگرد بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: اِنّا للهِ وَ اِنّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن۔ میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو ہلاک نہ کرے کہ لوگ مجھ جیسے حقیر سے حدیث سننے کے محتاج ہوگئے، اور فرماتے: اگر عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے اور میرے جیسے لوگوں کو حدیث کی مجلس میں دیکھتے تو اس کو درس حدیث کی مجلس سے اٹھاتے یہ کہہ کر کہ تم اس کے قابل نہیں ہو۔ وہ (سفیان ثوریؒ) فرماتے ہیں کہ جب کسی عالم کا حلقہ درس بڑا ہو جاتا ہے تو اس میں تکبر اور عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ درس حدیث کے دوران بادل دیکھتے تو خاموش ہو جاتے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں اس سے کنکریاں نہ برسیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ سے اگر کوئی یہ کہتا کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں یہ خواب دیکھا ہے تو وہ فرماتے کہ میں خود کو خواب دیکھنے والوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں سے اس خوف کی وجہ سے دور رہتے تھے کہ کہیں ان کے اخلاص اور نیت میں فرق نہ آجائے۔ اور فرماتے تھے کہ ایک بندہ سے مجھے نفرت اور بغض ہوتا ہے لیکن جب وہ مجھ سے ملتا ہے اور کہتا ہے کہ کیسے ہو؟ تو اس کے لیے میرا دل نرم ہو جاتا ہے تو میں اگر کسی حکمران کا کھانا کھاؤں اور اس کا بستر اور چٹائی استعمال کروں تو میرا دل کس طرح اس کے لیے نرم نہیں ہوگا؟

حسن بصری ؒفرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ ان کے مقابلے میں میں چور اور ڈاکو ہوں۔ یہ ان کی تواضع تھی کہ ہر وقت خود کو حقیر اور گناہ گار سمجھتے تھے۔

طاؤس ؒایک مرتبہ حرم شریف میں بڑے مجمع کو درس حدیث دے رہے تھے، حسن بصری ؒنے جا کر ان کو کان میں کہا کہ اگر تم خود کو بڑا سمجھتے ہو تو اس مجلس سے اٹھو، اس پر طاؤس ؒفوراً اٹھ گئے۔ حلقہ درس بڑھ جانے سے بھی دل میں تکبر آجاتا ہے، انسان سمجھتا ہے کہ میں بھی بڑا آدمی ہوں کہ اتنے زیادہ لوگ میرے درس میں بیٹھتے ہیں۔

فضیل بن عیاض ؒنے ایک مرتبہ سفیان بن عینیہ ؒسے کہا کہ اگر تمہارا یہ گمان ہو کہ روئے زمین پر ہم دونوں سے برا بھی کوئی ہے تو یہ تیرا غلط گمان ہے۔ یہ ان کے اخلاص اور عاجزی کا حال تھا کہ خود کو بڑا حقیر اور پر تقصیر سمجھتے تھے۔

شیخ الاسلام محمد بن اسلم الطوسی ؒفرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے والوں میں مجھ سے زیادہ فضول آدمی نہیں ہے۔

سری سقطی ؒفرمایا کرتے تھے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے وہاں موت آئے جہاں مجھے لوگ جانتے ہوں، مجھے ڈر ہے کہ مجھے قبر قبول نہیں کرے گی جو میرے لیے شرم کا باعث ہوگا۔

یونس بن عبید ؒفرمایا کرتے تھے کہ میں نیکی کی ایسی سو باتیں جانتا ہوں جن میں سے ایک بھی مجھ میں نہیں ہے۔

فضیل بن عیاض ؒفرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ ریاکار کو دیکھے تو مجھ کو دیکھے۔ اخلاص کی وجہ سے وہ خود کو ریاکار سمجھتے تھے۔

محمد بن واسع ؒفرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں کی بدبو ہوتی تو بدبو کی وجہ سے کوئی میرے قریب نہ آسکتا۔

شعیب بن حرب ؒفرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض نے بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران ؒمجھے کہا کہ ہم اتنے گناہ گار ہیں کہ اگر آسمانوں میں رہنے والی مخلوق بھی ہماری سفارش کرے تو بھی ہم اس قابل ہے کہ ہمارے متعلق ان کی سفارش قبول نہ کی جائے بلکہ رد کی جائے۔ یہ تھی ان کی خاکساری۔

نیت کے کچھ مسائل:

پہلا مسئلہ نیت مخلوط کا حکم:

نیت مخلوط یہ ہے کہ ایک ہی عمل میں آخرت اور دنیا دونوں کی نیت کی جائے، اس سے عمل ضائع ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس میں علمائے کرام کے تین اقوال ہیں:

1۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ فرماتے ہیں کہ عمل میں دنیا اور آخرت دونوں کی نیت کرنے سے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

2۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہے یعنی اگر دنیا کی نیت غالب ہو تو عمل ضائع ہو جاتا ہے اور اگر آخرت کی نیت غالب ہو تو عمل ضائع نہیں ہو جاتا۔

3۔ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ عمل ضائع نہیں ہو جاتا لیکن ثواب کم ملتا ہے۔ اور یہی راجح قول اور مذہب ہے۔ یہ تفصیل الکوثر الجاری میں ص:13 پر ہمارے شیخ الحدیث محمد یار باشاہ صاحبؒ نے کی ہے۔

اسی طرح مفتی رشید احمد صاحبؒ ارشاد القاری ص78 پر فرماتے ہیں کہ ابن جریرؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ہر عمل کے شروع میں اخلاص اور صحیح نیت ضروری ہے اگر بعد میں نیت میں فرق آگیا تو اس عمل ضائع نہیں ہوتا۔

چار صورتیں:

فتح المجید ص: 369 میں ابن رجب: سے منقول ہے کہ جس عمل میں نیت صحیح نہ ہو اس کی چار قسمیں ہیں۔

1۔ ایک وہ عمل ہے جس سے مقصود صرف ریاکاری ہو۔ جیسا کہ منافقین کے بارے میں آتا ہے: يُرَآءُوْنَ النَّاسَ۔ (نساء142) تو ریا کی وجہ سے یہ عمل ضائع ہے اور ایسا شخص عذاب کا مستحق ہے۔

2۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل تو اللہ کے لیے ہو لیکن شروع ہی سے اس میں ریا آجائے تو یہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

3۔ تیسری قسم یہ ہے کہ شروع سے تو عمل خالص اللہ کے لیے ہو لیکن بعد میں اس میں ریا آجائے اور یہ شخص اس ریا کو ختم نہ کرے بلکہ آخر تک جاری رہے تو اس میں سلف علمائے کرام کا اختلاف ہے جو امام احمد بن حنبلؒ اور ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے اور دونوں نے کہا ہے کہ راجح یہ ہے کہ یہ

عمل ضائع نہیں ہے بلکہ شروع کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، حسن بصری اور بعض دوسرے علماء کی رائے بھی یہی ہے۔ سو اس مسئلے میں چار صورتیں بنیں، شروع کی دو صورتوں میں عمل کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور بعد والی دو صورتوں میں عمل کا ثواب ضائع نہیں ہو جاتا۔

دوسرا مسئلہ: بسا اوقات عبادت کے دکھانے میں کوئی فائدہ ہوتا ہے، مثلاً ترغیب کے لیے کہ دوسری لوگ بھی اس کی طرح عبادت کریں، ایسی صورتحال میں بھی نیت کا خیال رکھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ دل میں شہرت کی خواہش اور ریا آجائے۔

اسی طرح ریا کے خوف سے نماز، روزہ جہاد اور صدقہ وغیرہ چھوڑنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر اخلاص بالکل نہ ہو تو پھر چھوڑنا چاہیے۔(تبلیغ دین ص:155)

<u>ریاکاری کی صورتیں:</u>

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ریاکاری کی کئی صورتیں ہیں۔

1۔ جسم کی ریاکاری: مثلاً ایک آدمی اپنے جسم میں سستی اور کمزوری کا تاثر دے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے رات کو نماز پڑھی ہے، یا اپنی شکل ادا اس سی بنائے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس کو آخرت کی بڑی فکر ہے، یا اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ دین کے کاموں میں اتنا مصروف ہے کہ اس کو بال کنگھی کرنے کا وقت بھی نہیں مل رہا، یا آہستگی کے ساتھ باتیں کرتا ہو تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے اتنی ریاضت وعبادت کی ہے کہ اس کا گلہ بیٹھ گیا ہے۔

2۔ شکل وصورت میں ریاکاری: مثلاً چلنے میں کمزوری کا تاثر دینا یا سر جھکا کر چلنا یا پیشانی پر سجدہ کے نشانات بنانا۔

3۔ لباس میں ریاکاری: مثلاً پھٹے پرانے کپڑے پہننا تاکہ لوگ کہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ اور صوفی ہے۔

4۔ بات چیت میں ریاکای: مثلاً بعض دنیادار مولوی جب تقریر کرتے ہیں تو مسجع اور مقفی الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری فلاں فلاں عالم اور بزرگ سے ملاقات ہوئی ہے، اسی طرح

کسی حدیث پر فوراً حکم لگانا کہ یہ حدیث صحیح ہے یہ ضعیف ہے تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بڑا محقق عالم ہیں اور اچھی تقریر کرتا ہے، اسی طرح خلاف شرع کاموں پر اظہار افسوس کرنا تا کہ لوگ اسے بزگ اور متبع شریعت کہیں۔

5۔ عمل میں ریاکاری: مثلاً لوگوں کے سامنے لمبا قیام، رکوع اور سجدہ کرنا یا سر جھکانا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں آدمی بڑا عبادت گذار اور بزگ ہے۔

6۔ استادوں، شاگردوں اور مہمانوں میں ریاکاری: اپنے استاد، شاگرد اور مہمان زیادہ بتلانا اور دکھانا تا کہ لوگ یہ کہیں کہ اس کے اتنے زیادہ شاگرد ہیں یا اس کی بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں ہوئی ہیں یا اس کے گھر بہت زیادہ مہمان آتے ہیں اور بڑے لوگ اس کی ملاقات کے لیے آتے ہیں (از تبلیغ دین: تالیف امام غزالیؒ ص: 14)

ریاکار دھوکا باز ہوتا ہے:

ریاکار لوگوں کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکے سے لوگوں کو اپنا معتقد بنانا چاہتا ہے، تا کہ لوگ اس پر اعتماد کریں اور اسے دیندار سمجھیں اور اپنی امانتیں اس کے پاس رکھوائیں، اس کو وقفی اشیاء کا مالک بنائیں اور یتیموں کے اموال اس کے حوالے کریں اور لوگ اس کو چندہ دیں اور اس کے پاس عورتیں آئیں۔ (حاصل تبلیغ دین للامام الغزالیؒ)

ریا ختم کرنے کا طریقہ اور علاج: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا تین مرتبہ پڑھتا ہو اس میں شرک اصغر یعنی ریا اور شرک اکبر دونوں نہیں آسکتے۔ دعا یہ ہے:
اللّٰھمانیاَعوذبکاناشرکبکوانااعلمُ و استغفرک لما لآ اعلمُ (قرطبی ص 72 ج 11)۔

خلاصہ بحث اور مطالب:

ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے اور نیت بار بار ٹھیک کرنی چاہیے کیوں کہ نیت بہت جلدی خراب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مثلاًلقلبکریشۃبارضفلاۃیقلبھاالریاح ظھرً ا لبطن (مشکوٰۃ 22) " دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جو چٹیل میدان میں پڑا ہو اور ہوا اس کو اُلٹا پلٹا کرتی ہو" ۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قلوببنی اٰدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاٗ (مشکوٰۃ ۲۰) "تمام لوگوں کے دل (انبیاء اور اولیاء ہوں یا کفار و فاق) اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں ایک دل کی طرح اسے جس طرح چاہیں پھیرتے ہیں۔

آپ ﷺ یہ دعاء فرماتے تھے: اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علٰی طاعتک (مسلم ، مشکوۃ)" اے دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہماری دلوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے"۔

بندہ جب بار بار مراقبہ کرتا ہے تو اس میں ریاکاری اور شہرت کی خواہش نہیں رہتی۔ہمیں عمل کی قبولیت کے بارے میں سوچنا چاہیے اس لیے کہ عمل کرنا آسان کام ہے لیکن قبول کروانا مشکل کام ہے۔ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام جب بیت اللہ بنا رہے تھے تو انہوں یہ دعاء مانگی: رَبنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔انہیں ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا یہ عمل غیر مقبول نہ ہو۔ تو بندہ کو اپنے عمل پر بھروسہ اور اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔

اسی طرح عمل کرنا آسان ہے لیکن اس پر استقامت اور موت تک قائم رہنا مشکل ہے، جب کہ اعتبار بھی خاتمہ کا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: (انماالاعمالبالخواتیم،مشکوۃ)

انبیاء علیہم السلام کو بھی خاتمہ کی فکر تھی۔یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: توفنی مسلمًا ، (سورۃ یوسف ۱۰۱) " مجھے اسلام کی حالت میں موت دے "یعنی میرا خاتمہ اسلام پر فرما۔

اسی طرح نیکی کرنا کمال نہیں ہے بلکہ نیکی قیامت تک محفوظ رکھنا اور اللہ کے سامنے لے جانا کمال ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: من جآء بالحسنۃِ ، سورۃ الانعام ۱۲۰ - "جو نیکی لے کر آیا" یہ نہیں کہا کہ جس نے نیکی کی بلکہ یہ کہا کہ جو نیکی لے کر آیا۔

شرط من جا الحسن نے کردن ست　　　　بل حسن را سوئے حضرت بردن ست

اسی طرح عمل میں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ کہ لوگ میری تعریف کریں گے یا لوگ میری برائی بیان نہیں کریں گے یا یہ کہ لوگ میرا احترام کریں گے، لوگ میری خدمت کریں گے، لوگ مجھ سے محبت کریں گے، لوگ میری ضروریات پوری کریں گے یا کسی کام میں میری سفارش کریں گے، یا مجھے شہرت ملے گی یا اخبار اور ٹی وی میں میرے بیانات اور تصاویر آجائیں گی، یا لوگ میرے سلام اور مصافحہ کے لیے آجائیں گے، کیونکہ اس نیت سے عمل ضائع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مخلوق کو خوش کرنے کی فکر بھی نہیں کرنی چاہیے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں: رضا الناس غایۃ لاتدرک (شرح العقیدۃ الطحاویۃ)یعنی مخلوق کو خوش کرنا ایسا ہدف اور ٹارگٹ ہے جسے حاصل نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ تو اللہ کو راضی کرنا چاہیے کیوں کہ مخلوق کے دل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: عن ابی سعید مرفوعًا ان من ضعف الیقین ان ترضی الناس بسخط اللہ وان تحمد ھم علی رزق اللہ وان تذمھم علی مالم یؤتک اللہ ان رزق اللہ لایجُرّہ حرص حریص و لایر دہ کراھیۃ ۔ اس حدیث کے آخر میں یہ بھی آتا ہے کہ: وان اللہ بحکمتہ علل الروح والفرح فی الرضی والیقین و علل الھم والحزن فی الشک والسخط ، (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ والبیھقی)" ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ بھی یقین کی کمزوری ہے کہ تو اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کو خوش کرے (یعنی کہ تو اللہ کی رضا پر لوگوں کی رضا کو ترجیح دے) اور یہ کہ تو اللہ کی رزق پر لوگوں کی تعریف کرے (یعنی کوئی بندہ تجھے کچھ دیدے اور تو اس کی تعریف کرے اور اس کی نسبت اس کی طرف کرے حالانکہ یہ رزق اللہ کی طرف سے ہے) اور یہ کہ تو لوگوں کی برائی اور مذمت کرے اس چیز پر جو اللہ نے آپ کو نہیں دی۔ (تو یہ بھی ایمان ویقین کی کمزوری ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں نہیں لکھی ہوگی اس لیے مخلوق نے تجھے نہیں دی، اللہ نے تیرے مقدر میں لکھی ہوتی تو ضرور تجھے ملتی، اس لیے کہ دینا اور نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ حدیث کے آخر میں اس کی تفصیل ہے کہ) بیشک اللہ کے رزق کو حریص کی حرص نہیں کھینچ سکتی اور نہ ہی اس کو برا سمجھنے والے کا برا سمجھنا اس کو منع کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے خوشی رضا اور غم شک اور غصہ میں رکھا ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ جس کسی میں یہ تین صفات آگئیں اس کا یقین اور ایمان کمزور ہے۔ (یہ حدیث سنداً ضعیف لیکن معنیً صحیح ہے۔ کما فی فتح المجید: 347)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو خط لکھا کہ مجھے خط بھیجو اور اس میں مجھے مختصر سی وصیت لکھو، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے انہیں خط لکھا کہ: سلام اللہ علیک اما بعد! فانی **سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ الْتَمَسَ رِضَا اللَّهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللَّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنْ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ** سلام کے بعد بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کوئی بندہ اللہ کی رضامندی طلب کر رہا ہو اور لوگ اس سے ناراض ہوں تو لوگوں کی تکلیف اور مشقت سے اللہ اس کے لیے کافی ہوجائے گا (ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوجائے گا اور لوگ بھی اس سے خوش ہوجائیں گے) اور جو بندہ لوگوں کی رضامندی چاہ رہا ہو اور اللہ اس سے ناراض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالے کرے گا (ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اللہ اس پر غصہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی اس پر غصہ کریں گے) اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس کی تعریفیں کرنے والے اس کی مذمت بیان کرنے والے بن جائیں گے۔ اور آخر میں انہوں نے سلام لکھا، یعنی ولسلام علیک۔ (فتح المجید ٠ 350)

تحریک طالبان پاکستان کی جہادی عملیات کی تفصیل

ربیع الثانی 1438 بمطابق جنوری 2017..... تا .....رجب المجرب 1438 بمطابق اپریل 2017

2ربیع الثانی 1438 بمطابق یکم جنوری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے باجوڑ کے علاقے نیک باندہ میں ریموٹ کنٹرول بم کے ذریعے فورسز کی ایک گشتی پارٹی کو نشانہ بنایا جس ایک اہلکار ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے ہیں۔۔

3ربیع الاول 1438 بمطابق 2 جنوری 2017

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایم ایس جی کے نصب کردہ بم حملے میں کوئٹہ مغربی بائی پاس روڈ (بروری) کے علاقے میں فرنٹیئر کور کو فائرنگ رینج میں نشانہ بنایا گیا جس میں ۴ اہلکار ہلاک جبکہ دو زخمی ہوئے ہیں۔

14ربیع الثانی 1438 بمطابق 13 جنوری 2017

باجوڑ میں ملک رؤف پر مائن حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں

تحریک طالبان پاکستان کے شاہین صفت مجاہدین ایم ایس جی نے ایک مائن حملے میں ملک رؤف کی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں وہ ابتدائی طور پر شدید زخمی ہوگئے ہیں

لشکر والوں کو ہمارا پیغام ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام ہمارا مشن ہے اور جو بھی اس میں رکاوٹ بننے کی کوشش کریگا ان شاءاللہ ہمارے حملوں کی زد میں آئے گا۔۔

22ربیع الثانی 1438 بمطابق 21 جنوری 2017

پاڑہ چنار میں فدائی حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔۔۔

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی کے مجاہد کمانڈو سیف اللہ عرف بلال نے اسلام دشمنوں کے مرکز پر زندان شکن فدائی حملہ کیا جو ہمارے مظلوم قیدی ساتھیوں کا انتقام ہے جن کو جیلوں سے نکال کر جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کیا جارہا ہے جن میں خصوصاً ہمارے مجاہد بھائی ملک اسحاق شہید رحمہ اللہ بچوں سمیت، نورالامین عرف خالد ڈاکٹر شاکر اور آصف چھوٹو وغیرہ شامل ہیں۔۔

9جمادی الاول1438 بمطابق7 فروری2017

بنوں تھانے پر فدائی حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں

تحریک طالبان پاکستان میں حلقہ محسود کی شمولیت کے بعد پہلا حملہ ہے،،

تحریک طالبان پاکستان کے دو فدائی حملہ آوروں نے بنوں میں پولیس سٹیشن کو نشانہ بنایا جس میں بڑے دھماکے کے لئے گاڑی استعال کی گئی ہے۔۔

13 جمادی الاول1438 بمطابق 11 فروری2017

شمالی وزیرستان میں پاکستانی فوج پر طالبان کا کاری وار

۱۱فروری۲۰۱۷ بروز ہفتہ صبح نو بجے، پاک افغان سرحد سے ملحقہ علاقے غلام خان میں، تحریک طالبان پاکستان کے آٹھ شیر صفت مجاہدین نے، مرتد پاکستانی فوج پر کمین (ایم بش) ماری ہے، جس میں بارہ فوجیوں کو موقع پر ہی مار گرایا۔

مجاہدین میں سے ایک ساتھی شہید اور چار زخمی ہوئے ہیں۔

اور ہمیشہ کی طرح فوج سے جب کچھ نہ بن پایا، تو انہوں نے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے، عوام کے گھروں پر دھاوا بول دیا، اور وہاں اطراف میں موجود آبادی کے گھروں کو جلایا ہے، اور آبادی پر مارٹر گولے بھی پھینکے ہیں، جس میں عوام کی شہادتوں اور زخمی ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔

15 جمادی الاول 1438 بمطابق 13 فروری 2017

کراچی میں سماء ٹی وی وین پر حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے کراچی میں پہلا حملہ پولیس پر کیا جبکہ دوسرے حملے میں سماء ٹی وی وین کو نشانہ بنایا۔۔

ہم نے میڈیا کو غیر جانبدار رہنے کے لئے کئی بار وارننگ دی لیکن میڈیا نے غیر جانبداری کی بجائے ہماری مخالفت بھرپور انداز سے کر ڈالی۔ اب ٹی آئی اے کی مرتب شدہ لسٹ ایس ٹی ایف کے حوالے کی جا چکی ہے، جس میں مجاہدین کی مخالفت، جمہوریت جیسے کفری نظام کی تقویت کے لئے کردار، میڈ ان برطانیہ فوج یا آئی ایس پی آر کی زبان بولنا اور فحاشی و عریانی پھیلانے والی میڈیا سے سختی سے نمٹا جائے گا،

البتہ صحافت کا حق ایمانداری سے نبھانے والے یا غیر جانبدار رہنے والے صحافی حضرات کا تحفظ اور احترام ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

محمد خراسانی

مرکزی ترجمان تحریک طالبان پاکستان

15 جمادی الاول 1438 بمطابق 13 فروری 2017

جنوبی وزیرستان میں سیکیورٹی فورسز پر ٹی ٹی پی کا کامیاب مائن حملہ پانچ ہلاک،،

تحریک طالبان پاکستان کے شیر دل مجاہدین نے جنوبی وزیرستان کے علاقے گل کس میں پلانٹڈ آئی ای ڈی (دیسی ساختہ ریموٹ کنٹرولڈ بم) کے ذریعے سیکیورٹی فورسز کی گاڑی کو نشانہ بنایا، جس میں پانچ اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوئی،

17 جمادی الاول 1438 بمطابق 15 فروری 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی کے جانباز فدائی نے عدلیہ کی گاڑی کو کامیابی سے نشانہ بنایا۔ جس میں 20 سے زیادہ ججز اور وکلاء ہلاک و زخمی ہوئے،،،

یاد رہے کہ پاکستان کی عدلیہ اور اس میں کام کرنے والے لارڈ منہ کالے کے اسلام مخالف نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں،، اور یہ لوگ مجاہدین کی قید وبند اور پھانسیوں کا سبب ہیں

ہم پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ میں بننے والی ہر رکاوٹ کو جڑ سے ختم کریں گے اور اسلامی نظام کے نفاذ تک ہمارے حملے جاری رہیں گے ان شاءاللہ۔

محمد خراسانی

مرکزی ترجمان تحریک طالبان پاکستان

18 جمادی الاول 1438 بمطابق 16 فروری 2017

کرم ایجنسی میں ایم آئی کا جاسوس اور نوشہرہ میں اسپیشل برانچ کا اہلکار جہنم واصل

ٹل قلعے سے ناپاک فوج کے ایک کرنل نے ایم آئی کے لئے کام کرنے والے جاسوس یاقوت سکنہ شواہ کرم ایجنسی کو ایک مولوی کی شکل میں مجاہدین اسلام کو گمراہ کرنے کیلئے بھیجا، جس کو یہ ٹاسک دیا گیا تھا، کہ مجاہدین کو حالات سے ڈرا کر پاکستانی حکومت کے سامنے تسلیم ہونے پر مجبور کرو، اور خفیہ ذہن سازی کرو۔

لیکن الحمدللہ ٹی آئی اے کے عقابی نظر رکھنے والے جانباز مجاہد اس کے ارادوں کو بھانپ گئے، اور خود جان بوجھ کر اپنی خستہ حالی کی جھوٹی باتیں اس کے سامنے بیان کیں، جس سے وہ مطمئن ہو گیا، اور ان کے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، کہ تم لوگ پاکستانی حکومت کو تسلیم ہو جاؤ، بس پھر مزے ہیں، میں اسی مقصد کیلئے یہاں آیا تھا۔

مجاہدین نے جب پوری تسلی اس سے کروالی، تو اسکے بعد اسے گرفتار کرلیا، اور مزید جاسوسوں کے بارے میں اہم معلومات اور نشاندہیوں کے بعد اسے ٹھکانے لگا دیا۔

اور یوں ایک اور جاسوس اپنے انجام کو پہنچا۔

دوسری جانب کل بروز بدھ نوشہرہ میں ٹی ٹی پی کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے پولیس سپیشل برانچ کے ایک اہلکار کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔

27جمادی الاول1438بمطابق25فروری2017

کرم ایجنسی کے سرحدی چیک پوسٹوں پر طالبان کا بھاری ہتھیاروں سے حملہ۔۔

کل صبح24فروری2017بروز جمعۃ المبارک تحریک طالبان پاکستان کے شیر دل مجاہدین نے کرم ایجنسی کے علاقے بھٹئی میں سرحدی مورچوں پر اچانک بڑا حملہ کرتے ہوئے فوج کو بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچایا،، مجاہدین حملے کے بعد بحفاظت غائب ہوگئے،، مجاہدین کی کورنگ کے لئے شارٹ رینج میزائیلوں کا بھی استعمال کیا گیا۔

28جمادی الاول1438بمطابق26فروری2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے کرم ایجنسی کے علاقے شابک میں ایک پلانٹڈ آئی ای ڈی کے ذریعے فوج کی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں سوار آٹھ اہلکار ہلاک ہوگئے۔

28جمادی الاول1438بمطابق26فروری2017

شمالی وزیرستان میں طالبان کامیاب ایمبش، تین فوجی ہلاک،،، محمد خراسانی

آج بروز اتوار26فروری2017بوقت 12بجے دوپہر شمالی وزیرستان کے شوال کنڈ غر کے مقام پر تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایم ایس جی نے گھات (ایمبش) لگا کر تین فوجیوں کو جہنم واصل کیا، اور کامیابی سے غائب ہوگئے۔

30جمادی الاول1438بمطابق28فروری2017

باجوڑ: چارمنگ اور ماموند میں فوجی کیمپوں پر ٹی ٹی پی کے کامیاب حملے

26فروری2017کو ماموند کے علاقے برکلی کالج فوجی کیمپ پر ایم ایس جی کا کامیاب شب خوں (گوریلا حملے) میں دو فوجی ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہوگئے،،

دوسرا حملہ 27 فروری 2017 کو چارمنگ کے علاقے ڈاگ سر پوسٹ پر دین دیہاڑے ایم ایس جی کا کامیاب ریڈ (تعارض)،،ایک فوجی ہلاک کئی زخمی،،،

دونوں میں مجاہدین نے بھاری ہتھیاروں کا استعمال کیا اور دونوں حملوں میں اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مجاہدین محفوظ رہے اور مخصوص انداز سے غائب ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

4 جمادی الثانی 1438 بمطابق 4 مارچ 2017

بنوں: جانی خیل میں فوج پر حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں،

تحریک طالبان پاکستان کے شاھین صفت مجاہدین نے گزشتہ شب بنوں کے علاقے جانی خیل میں ناپاک فوج پر حملہ کرکے لیفٹننٹ کرنل سمیت کئی فوجی افسروں اور اہلکاروں کو ٹھکانے لگادیا،

اس حملے میں (حافظ گل بہادر امیر صاحب حفظہ اللہ) کے ساتھیوں نے بھی حصہ لیا، اور مجاہدین بحفاظت واپس ہوئے،،

یادرہے کہ فوج نے اس حملے سے پہلے چار قیدیوں کو اس علاقے میں شہید کرکے ان کی لاشیں گرائی تھیں، جس کے بعد انہوں نے ٹی ٹی پی کے اس حملے کو اپنا چھاپہ قرار دیا اور مجاہدین کو مقابلے مارنے کا دعوی بھی کیا جس کی ہم سختی سے تردید کرتے ہیں،،

7 جمادی الثانی 1438 بمطابق 7 مارچ 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے صوابی کے علاقے ملک آباد میں ناپاک آرمی کو ایک کامیاب کمین کے ذریعے ٹارگٹ کیا جس کے نتیجے میں کیپٹن جنید اور سپاہی امجد موقع پر ہی ہلاک ہوگئے جبکہ کئی اہلکار زخمی ہوئے۔۔ آپریشن ردالفساد کی آڑھ میں بے گناہ قیدیوں کو شہید کرنے کا بدلہ لیتے رہیں گے

4رجب المرجب 1438 بمطابق 2 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایم ایس جی نے شمالی وزیرستان شوال کے علاقے کنڈ غر میں یکے بعد دیگرے دومائن حملے کئے جس میں ایک ٹرک کو بھی نشانہ بنایا گیا، حملوں میں 10 اہلکار ہلاک جبکہ کئی زخمی بھی ہوئے۔

7رجب المرجب 1438 بمطابق 5 اپریل 2017

تحریک طالبان پاکستان کے خصوصی دستے ٹی ایس جی نے لاہور کے بیدیاں روڈ پر ناپاک فوج کے گاڑی پر فدائی حملہ انجام دیتے ہوئے متعدد امریکی غلام فوجیوں کو جہنم واصل کیا۔

یاد رہے کچھ دن پہلے امیر محترم طالب حق فضل اللہ خراسانی کے ویڈیو پیغام میں انہوں نے شہری مجاہدین کو حکم جاری کیا تھا کہ وہ کارروائیوں کو دوام دے اور الحمد للہ یہ اسی حکم کی تعمیل کی ایک کڑی ہے اور ان شاء اللہ اس میں مزید تیزی آئے گی۔۔۔

10رجب المرجب 1438 بمطابق 8 اپریل 2017

سن رائز سکول اینڈ کالج قمبر خیل کی بلڈنگ فحاشی پھیلانے کی وجہ سے تباہ کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں

تحریک طالبان پاکستان خصوصی دستے ایس ٹی ایف نے ٹی آئی اے کی رپورٹ پر اس سکول اور کالج کی عمارت کو کل رات بارود سے اڑادیا،

ٹی آئی اے یعنی طالبان انٹیلیجنس کے مطابق اس سکول و کالج کو تعلیم کی بجائے فحاشی کے اڈے کے طور پر استعمال کیا جارہا تھا، جسکی وجہ سے اسے نشانہ بنایا گیا۔۔۔

یاد رہے، کہ ہم تعلیم کے خلاف نہیں، بلکہ مرد و عورت دونوں کی تعلیم کے شرعی حدود میں رہ کر قائل ہیں،

لیکن جو گڑ کے ساتھ زہر ملا کر دیا جا رہا ہے، یعنی جو تعلیم کے نام پر قوم میں فحاشی پھیلائی جا رہی ہے اس کے خلاف ہیں۔

محمد خراسانی

مرکزی ترجمان تحریک طالبان پاکستان

14 رجب المرجب 1438 بمطابق 12 اپریل 2017

باجوڑ میں آرمی کے مورچوں پر حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔

تحریک پاکستان کے شاھین صفت مجاہدین نے 11 اور 12 اپریل کی درمیانی شب باجوڑ کے علاقے کیمن گرہ میں ناپاک آرمی کے دو چیک پوسٹوں پر حملہ کر دیا،

حملے میں بھاری اور خودکار ہتھیار کا آزادانہ استعمال کیا گیا، یہ حملہ 2 گھنٹے تک جاری رہا، اسکے بعد مجاہدین اسلام بحفاظت غائب ہوئے اور فوج کو بھاری مالی اور جانی نقصان پہنچایا۔

....

من جوامع الكلم

عن أبي هريرة؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلاثًا، وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلاثًا، يَرْضى لَكُمْ: أَنْ تَعْبدُوهُ وَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلا تَفَرَّقُوا، وأَنْ تُنَاصِحُوا مَنْ وَلاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ؛ وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلاثًا: قيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وإِضَاعَةَ الْمَالِ(مسلم) ۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزیں پسند فرماتا ہے اور تین چیزیں ناپسند فرماتا ہے۔ تمہارے لیے پسند فرماتا ہے کہ: تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور (تمہارے لیے) یہ (پسند فرماتا ہے) کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ میں نہ پڑو، اور (تمہارے لیے پسند فرماتا ہے) خیر خواہی اس شخص کی جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے کام کا ذمہ دار بنایا ہو (یعنی خلیفہ اور امیر) اور تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے: قیل و قال (ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا، یعنی ہر وقت بولتے رہنا) اور سوال کی کثرت اور مال کا ضائع کرنا۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: " الرِضَی، السخط اور الکراہۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا امر اور نہی اور اس کا ثواب اور عقاب ہے، اور یا اس سے مراد اللہ کا بعض لوگوں کو ثواب دینے اور بعض لوگوں کو عذاب دینا کا ارادہ ہے۔ اور اعتصام بحبل اللہ سے مراد اللہ کے عہد کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتابِ عزیز اور اس کے حدود کا اتباع ہے اور اس کے اداب سے اپنے آپ کو مزین کرنا ہے۔ اور لفظِ حبل کا اطلاق، عہد، امان، جوڑ اور رسی پر ہوتا ہے اور اس کی اصل عرب کا لفظِ حبل کو ان جیسے امور میں استعمال کرنا ہے۔۔۔ تو لفظ، حبل ان چیزوں کے لیے مستعار استعمال ہوا ہے۔

اور آپ ﷺ کا یہ قول (وَلَا تفرَّقُوا) تو یہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہونے اور اس سے الگ نہ ہونے اور ایک دوسرے کے ساتھ متحد رہنے کا امر ہے، اور اسلام کے قواعد میں سے ایک ہے۔

اور یاد رکھو کہ تین پسندیدہ چیزیں جو ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں، اور دوسری یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں، اور تیسری یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور تفرقہ میں نہ پڑیں۔ اور قیل و قال کا مطلب ہے لوگوں کی خبروں میں گھس جانا یعنی لوگوں کے پیچھے پڑنا اور ان کے احوال اور تصرفات کی ان کہانیوں میں پڑنا جن مین کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔ (شرح النووی علیٰ مسلم)

اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: اس میں آپ ﷺ نے تین خصلتیں جمع فرمائیں ایک اخلاص العمل للہ عمل صرف اللہ کے لیے خالص کرنا، اور اولو الامر یعنی امراء اور خلفاء کی خیر خواہی، اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔ اور یہ تین خصلتیں اصول دین اور قواعد دین کو جمع کرتی ہیں اور اسی طرح حقوق اللہ او حقوق العباد کو بھی جمع کرتی ہیں اور آخرت و دنیا کے مصالح کا انتظام کرتی ہیں۔ پھر انہوں نے ان حقوق کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(مرقات)